جمادی الآخر ۱۴۴۴ھ

JANUARY 2023

ماہنامہ

# مظاہر علوم

سہارنپور







دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی)

جامعہ مظاہر علوم کا ترجمان

ماہنامہ

# مظاہر علوم

سہارنپور

جلد نمبر ۲۸ شمارہ نمبر ۹

جمادی الآخر ۱۴۴۴ھ جنوری ۲۰۲۳ء



زر تعاون

فی شمارہ ——— ۳۰ روپے

سالانہ زر تعاون ——— ۳۰۰ روپے

بیرون ملک سالانہ ——— ۲۵ ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)


**MAZAHIR ULOOM MONTHLY MAGAZINE**

SAHARANPUR 247001(U.P.) INDIA

Ph: 0132-2655542

Email-jamiamazahir@gmail.com

# اس شمارے میں



○ دائرہ کا سرخ نشان آپ کی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ کے لیے رقم ارسال فرمائیں۔

☆ شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

☆ جواب طلب امور کے لیے لفافہ اور خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

☆ ماہنامہ، انگریزی ماہ کی ۲/ تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ ۱۰/ تاریخ تک موصول نہ ہونے پر مطلع فرمائیں۔

نوائے سحر

# دینی فضا بنائیں

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

نسل انسانی کے تحفظ و بقا کے لیے خالق کائنات نے مرد وعورت کے ذریعہ توالد وتناسل کا سلسلہ جاری فرمایا، اسی لیے باہم دونوں میں جذب وکشش کے فطری جذبات بھی ودیعت فرمائے اور ہر صنف میں دوسری صنف کے لیے محبت وانسیت کا مادہ محفوظ فرمایا اسی کا نتیجہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کو اپنی تسکین کے لیے ضروری سمجھتا ہے، ایک کی زندگی دوسرے کے بغیر ادھوری اور نامکمل رہ جاتی ہے، لیکن چونکہ انسان فطری اعتبار سے عجلت پسند اور جلد باز ہے اس لیے زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح اس شعبہ میں بھی افراط وتفریط کے ذریعہ اپنے لیے مشکلات کی خندقیں کھودلیتا ہے اور جنسی خواہشات کی تکمیل میں اپنے پیدا کرنے والے خالق و مالک کے متعین کردہ حدود سے نکل کر غیر متعینہ جگہوں سے اس کی تکمیل چاہتا ہے جس کی وجہ سے آج انسانی نسل تباہی وبربادی کے کگار پر کھڑی ہوگئی ہے، خاص طور سے آج کی مغربی دنیا جو اپنے آپ کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتی ہے کہ ”ہم نے مردوں اور عورتوں کو سارے حقوق دلائے ہیں، اسلام نے عورتوں پر سراسر ظلم کیا ہے ہم نے اس مظلوم کو نجات دلائی ہے، اسلام نے عورتوں پر پردہ کی پابندی لگا کر اسے صرف خاتون خانہ بنا کر رکھ دیا جب کہ ہم نے اسے پردہ سے آزاد کر کے اس کو اس کا فطری حق دلادیا ہے“ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ مغربی دنیا نے دام ہمرنگ زمین پھیلا کر عورتوں کو اور بھی مظلوم ومقہور بنادیا ہے، جگہ جگہ قحبہ خانے چلتے ہیں جہاں عورتوں کی عزت وعفت نیلام ہوتی ہے، ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں کی زینت بنا کر مغرب نے عورت کو تحفظ نہیں فراہم کیا ہے بلکہ ہوس پرستی اور جنسی خواہشات کی تسکین کے لیے غیر انسانی اور غیر مہذب طریقے رائج کردئے ہیں نتیجہ میں آج بے شمار بچے ایسے پیدا ہوتے ہیں جن کے والد کا نام و پتہ نہیں ہوتا، اور پھر وہ معاشرہ کے لیے ناسور اور جرائم کی دنیا کے بادشاہ بن کر شرافت اور اخلاقی اقدار کا جنازہ نکالتے ہیں، اور اس طرح نسل انسانی تباہی وبربادی سے دوچار ہوتی جارہی ہے۔

مذہب اسلام نے جہاں زندگی کے دوسرے شعبوں میں فطرت کے حدود پر انسانیت کو کھینچ کھینچ کر

پہنچایا وہیں جنسی میلان کی راہوں میں بھی اعتدال کا جو فطری اور طبعی نقطہ ہوسکتا تھا اسے متعین کیا اور نکاح کا پاکیزہ نظام دنیائے انسانیت کو دیا، اس سے نسلوں کا تحفظ بھی ہے اور سماج ومعاشرہ کا امن وسکون بھی اس سے وابستہ ہے۔آج پوری دنیا ذہنی تناؤ اور دماغی الجھن کا شکار ہے اگر نکاح جیسی مقدس اسلامی تعلیم کو اپنالیا جائے تو یقیناً معاشرہ بہت ساری برائیوں سے پاک ہوجائے گا لیکن شرط ہے کہ نکاح اسلامی انداز میں ہو۔

مذہب اسلام کی تمام تعلیمات واحکامات میں یہ بات بڑی اہم ہوتی ہے کہ اس سے کسی کی دل آزاری نہ ہو اور اس میں غیر اسلامی کسی فعل کی کسی طرح کی آمیزش نہ ہو، نکاح بے شک عبادت ہے لیکن نماز جیسی اہم العبادات سے بڑھ کر نہیں کہ اذان ہورہی ہے، اللہ کا منادی حی علی الصلوۃ وحی علی الفلاح نماز اور فلاح وکامیابی کی طرف بلارہا ہے اور ہم نکاح وشادی کی رسومات میں مشغول ہیں یہ سراسر حقوق اللہ کی پامالی ہے اسی کے ساتھ اسراف اور فضول خرچی جیسی شیطانی حرکتیں، بھلا کیا یہ اسلامی نکاح ہے؟ کیا اسلامی شادیاں اسی انداز کی ہوتی ہیں؟ حدیث شریف میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اعظم النکاح برکۃ ایسرہا مؤنۃ کہ جس نکاح میں جتنی سادگی ہوگی اسی قدر اس نکاح میں خیر وبرکت ہوگی، اور اس کے بہتر نتائج سامنے آئیں گے، شادی کے بعد کے تنازعات اور جھگڑے، آئے دن طلاق وفسخ نکاح کی وارداتیں اسی طرح کی غیر اسلامی انداز کی شادیوں کا نتیجہ ہیں، اس نکاح کے برے اثرات پھر بہت دیرپا اور نسلوں تک منتقل ہوتے ہیں، اولادیں نافرمان پیدا ہوتی ہیں، اسلام اور اسلامی شعار کا انھیں پاس ولحاظ نہیں ہوتا، معاشرہ میں طرح طرح کی برائیاں جنم لیتی ہیں اور پھر سماج کا امن وسکون غارت ہوجاتا ہے۔

خاص طور سے جہیز اس وقت ہمارے معاشرے کا وہ رستا ہوا ناسور ہے جس کی سڑاند اور بدبو سے پوری فضا مکدر ہورہی ہے، کسی دن کا کوئی اخبار جہیز کی بھینٹ چڑھنے والی معصوم لڑکیوں کی خبر سے خالی نہیں، روزانہ سماج اور معاشرہ کے دشمن، دولت کے انتہائی حریص اور لالچی اپنے سفاک ہاتھوں جہیز میں مطلوبہ اشیاء اور مال کی تکمیل نہ کرنے پر نئی نویلی دلہنوں کو جلادیتے ہیں اور سخت اذیتیں دے دے کر مار ڈالتے ہیں۔اب نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کتنے باپ صرف اس غم اور فکر میں گھلے جارہے ہیں کہ بیٹی کی شادی کیسے ہوگی، اور کتنی نوجوان لڑکیاں جہیز کی مانگ پوری نہ ہونے کی وجہ سے جوانی کی دہلیز سے آگے بڑھ چکی ہیں، بیٹی جس کی ولادت کو باعث خیر وبرکت بتایا گیا ہے جس کی پرورش پر رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

سعادت ونیک بختی کی بشارت دی ہے وہی بیٹی والدین کی زندگی کے لیے مستقل عذاب بنی ہوئی ہے۔

اس کی ولادت کو باعث ننگ وعار سمجھا جانے لگا ہے، وہ بیٹی جسے کل تک جگر کا ٹکڑا، نور چشمی کہا جاتا تھا آج کیوں وبال جان بن چکی ہے، آخر کیا وجہ ہے کہ غریب والدین اپنی لڑکیوں سے بیزار ہو چکے ہیں۔

دنیا کی حد سے زیادہ محبت، دل میں مال ودولت کی ہوس پیدا کرتی ہے اور انسان جب حریص اور لالچی ہوجاتا ہے تو پھر کسی کے جذبات اور احساسات کی اس کے دل سے قدر ختم ہوجاتی ہے آج جہیز کے نام پر پورے سماج اور معاشرہ میں جو بگاڑ اور ابتری کا ماحول ہے اس کے پیچھے صرف اور صرف دنیاوی منفعت کا حصول اور حد سے زیادہ لالچ اور طمع کی ہی کارفرمائی ہے۔ حرص اور لالچ کی عینک انسان کے دل سے انسانیت کا درد اور جذبۂ ترحم ختم کردیتی ہے۔ جہیز کے لالچی نہ جانے کس منہ سے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں جب کہ مسلمان اور حقیقی مسلمان تو وہ ہے جس کے دل میں اپنے دوسرے بھائیوں کا درد ہو، غمگساری اور ترحم کا مادہ ہو اس کے سامنے اپنے محسن اعظم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہو، یاد رکھئے جہیز کی غیر شرعی رسم کے نام پر لڑکیوں کا استحصال کرنے والے رب ذوالجلال کے قہر وعذاب سے بالکل بچ نہیں سکتے، دنیا میں پریشان حال ہوں گے اور آخرت کے حساب وکتاب میں بڑی دشواریوں سے دوچار ہوں گے، نوجوان نسل کے لیے یہ خصوصی پیغام ہے کہ اپنی شادیوں کو سادہ اور اسلامی انداز سے منائیں نکاح کے تقدس کو پامال ہرگز نہ ہونے دیں، اور اسلامی تاریخ کی ان شادیوں کو اسوہ ونمونہ بنائیں جس میں سادگی، متانت اور سنجیدگی بھی سو سو جان سے قربان نظر آتی ہے۔

آج کل گانا بجانا زندگی کا اہم جزو بنا ہوا ہے، شادی کے لیے نوجوان کوئی رقاصہ ڈھونڈتا ہے، مال وزر کی ہوس میں شریف زادیاں خاندانی عزت اور وقار کو خاک میں ملا کر اسٹیج پر آرہی ہیں، فلمی کمپنیوں کے ایجنٹ بہلا پھسلا کر انہیں تباہ کردیتے ہیں، ایک ایکٹرس حسن فروشی کے جنون میں وہ وہ حرکتیں کر گزرتی ہے جو نہ کرنی چاہئیں تھیں۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”امت میں زمین دھنسائے جانے اور صورتیں مسخ ہونے کا اور پتھر برسنے کا عذاب بھی ہوگا“ ایک شخص نے عرض کیا کہ کب ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب گانے والی عورتیں اور گانے کا سامان ظاہر ہوجائے گا اور شرابیں پی جانے لگیں گی“۔ (رواہ الترمذی)

حدیث پاک میں انسانیت کے سب سے بڑے محسن حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے

صاف صاف کھلے لفظوں میں فرمادیا:

**کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ**

کہ ہر انسان اپنے ماتحت لوگوں کا نگراں ہے اور ہر نگراں سے اس کے ماتحتوں کے اچھے برے کاموں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

افسوس ہے کہ آج مغربی دنیا کی چمک نے ہماری آنکھوں کو اس قدر خیرہ کر دیا ہے کہ اپنی تہذیب کی خوبیاں نظروں سے اوجھل ہوگئی ہیں، مغربی تمدن اور یورپ کی تہذیب ہی کو ہم اپنے لیے بھی خوب اور بہتر سمجھنے لگے، اور اسی سمت اپنے گلستان حیات کے نو دمیدہ پھولوں کو بھی متوجہ کر رہے ہیں۔ یاد رہے مغرب کی ان مسموم ہواؤں سے ان پھولوں پر تازگی ہرگز ہرگز نہیں آسکتی بلکہ پژمردگی ہی آئے گی اور اس کا روزانہ کا مشاہدہ ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جس ماحول اور معاشرہ میں اسلام کی تعلیمات اور خدائی اصولوں کی مکمل پاسداری کی گئی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعین کردہ خطوط وحدود کے اندر ہی رہ کر زندگی گذارنے کی کوشش کی گئی وہ ماحول اور معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بنا رہا، اس معاشرہ کے ہر ہر فرد کو اطمینان قلب اور ذہنی سکون میسر رہا ہے، معاشرتی بگاڑ اور ماحولیاتی پراگندگی میں سب سے اہم چیز جو مؤثر ہوتی ہے وہ جرائم کی بڑھتی ہوئی شرح ہوتی ہے، جس معاشرہ میں مجرم کھلے بندوں پھریں گے انھیں کوئی ٹوکنے والا نہ ہوگا ان کی سرزنش کرنے والا کوئی نہ ہوگا اس ماحول اور معاشرہ کا امن وسکون یقیناً غارت ہوگا۔

صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آئینہ ہمیں دکھایا ہے آج کے حالات کی اس میں مکمل تصویر نظر آتی ہے اور اہل دل کے ایمان میں تازگی کا ذریعہ ہے، اللہ تعالی ہمیں صحیح فہم اور شعور عطا فرمائے، آمین۔

معاشرتی اصلاح اور ماحول کو امن وسکون کا گہوارہ بنانے کے لیے ضروری ہے کہ سماج اور معاشرہ کے بااثر حضرات اٹھ کھڑے ہوں اور عزم وہمت اور دینی صلابت کے ساتھ معاشرہ کے ان ناسوروں پر نشتر زنی کریں، دینی فضا بنائیں، اسلامی تعلیمات کو رواج دیں، خود بھی ان پر عمل پیرا ہوں اور دوسروں کو دعوت عمل دیں، انشاء اللہ فاسد مادہ دور ہوگا اور پھر ایک صالح معاشرہ وجود میں آئے گا اور ہر طرف امن وسکون کا بول بالا ہوگا۔

درسِ قرآن

# مسلمانوں کی اصلاح کی فکر کریں

مولانا محمد ساجد حسن سہارنپوری
استاذ حدیث وتفسیر، مظاہر علوم سہارنپور

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا إِلَى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ، (الانعام ۵۱،۵۰)

آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں، اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اسی پر چلتا ہوں جو میرے پاس اللہ کا حکم آتا ہے، آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ کہیں اندھا و بینا برابر ہوسکتا ہے تو کیا تم غور نہیں کرتے۔ اور ایسے لوگوں کو ڈرائیے جو اس بات سے اندیشہ رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت سے جمع کئے جائیں گے کہ جتنے غیر اللہ ہیں نہ کوئی ان کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی شفیع ہوگا، اس امید پر کہ وہ بھی بچنے لگیں۔

## تشریح:

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بے شمار معجزات بلا طلب ہی نازل فرمادئے تھے، اُمّی ہونے کے باوجود قیامت تک کے لئے ایسا نظام زندگی پیش کرنا جس میں ضروریات انسانی کی پوری رعایت ہو اور قابل عمل بھی ہو اور پھر اس پر عمل کرنا اور کامیابی کے ساتھ رائج کرکے دکھانا یہ خود ایک معجزہ تھا۔ مگر کفار مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آئے دن نئے معجزات پیش کرنے کا مطالبہ کرتے رہتے تھے، ان کے مطلوبہ معجزات میں سے بعض کو واضح طور پر دکھایا بھی گیا (چاند کو دو ٹکڑے کرنے) کا مطالبہ خود قریش نے اور اس وقت کی آباد دنیا کے بہت سے لوگوں نے بچشم خود دیکھا۔

مگر کفار مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنے کے لئے ایک سے ایک مطالبہ رکھتے تھے مثلاً ان کے

خیال میں نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ مندرجہ ذیل صفات کا حامل ہو بصورت دیگر وہ نبی نہیں ہے۔

ان آیات میں ان ہی تین صفات وتین مطالبات کا تذکرہ ہے۔

**پہلا مطالبہ**: ہم غریب وفقیر ہیں آپ اپنے اللہ سے کہہ کر ہمیں مالدار وخوشحال بنوادیجئے کیونکہ نبی کے قبضہ واختیار میں ہے جس کو چاہے دے اور دلوادے **(ان کنت رسولا من اللہ فاطلب منہ ان یوسع عیشنا ویغنی فقرنا، الفتوحات الالھیہ ۲؍۳۵۳)**

اس مطالبہ کا جواب یہ دیا گیا کہ نہ یہ لوازمِ رسالت سے ہے اور نہ میں نے کبھی اس کا دعویٰ کیا ہے کہ خدائی خزائن میرے قبضہ واختیار میں ہیں، یہ اختیارات تو خدا کے ہیں وہ جسے چاہے مالدار وخوشحال بنادے اور جس کو چاہے غریب وفقیر بنادے۔

**دوسرا مطالبہ**: انسان کو اچھے وبرے ہر طرح کے حالات سے سابقہ پڑتا ہے تو مستقبل میں پیش آنے والے اچھے وبرے حالات آج ہی بتادیجئے تاکہ ہم مفید چیزوں کے حاصل کرنے اور نقصان دہ چیزوں سے بچنے کا پہلے سے ہی انتظام کرلیں۔

اس مطالبہ کا یہ جواب دیا گیا کہ مستقبل کی باتیں جاننا (اور اسی طرح ماضی کے واقعات جاننا) علم غیب ہے اور میں علم غیب نہیں جانتا اور نہ میں نے کبھی اس کا دعویٰ کیا ہے کہ میں ہر غیب کی چیز جانتا ہوں۔ **اخبرنا بمصالحنا وبمضارنا فی المستقبل حتی نستعد لتحصیل المصالح ودفع المضار۔**

**تیسرا مطالبہ**: آپ تو ہمارے جیسے ہی انسان ہیں، کھاتے پیتے بھی ہیں، ہنستے بولتے بھی ہیں، اپنی ضروریات ہماری طرح بازار سے پوری کرتے ہیں، سودا سلف بازار سے خرید کرلاتے ہیں، شادی بیاہ بھی کرتے ہیں، کسی طرح بھی ہم سے ممتاز وفائق نہیں، حالانکہ رسول کو تو ممتاز وفائق ہونا چاہئے اور انسان سے فائق وبرتر فرشتہ ہوتا ہے تو اس کو فرشتہ ہونا چاہئے **( مالھذاالرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق، یتزوج النساء)**

اس کا جواب دیا گیا کہ کھانا پینا، بازار جانا اور شادی بیاہ کرنا بشری صفات وانسانی ضروریات ہیں اور میں چونکہ بشر ہوں اس لئے میرے اندر بشری صفات بھی موجود ہیں، نہ کھانا، نہ پینا، یہ فرشتوں کی صفات ہیں، میں نے کب دعویٰ کیا کہ میں فرشتہ ہوں جو تم مجھ میں فرشتے کی صفات دیکھنا چاہتے ہو۔

اگر میں ملکوتیت وفرشتہ ہونے کا دعوی کرتا تب آپ کہہ سکتے تھے کہ آپ تو کھاتے پیتے ہو، اور آپ میں فرشتوں کی صفات نہیں (**لا اقول لکم انی ملک حتی تعدو اعدم اتصافی بصفاتھم قادحا فی امری**)۔

خلاصہ یہ کہ مجھ سے دلیل اس چیز کی مانگی جا سکتی ہے جس کا میں نے دعوی کیا ہو اور مذکورہ تینوں باتوں کا میں نے دعوی ہی نہیں کیا، تو مجھ سے دلیل کیوں مانگ رہے ہو، میں نے دعوی نبوت کا کیا اور نبوت کی دلیل وحی ہوتی ہے، جس آدمی پر وحی آتی ہے وہ نبی ہوتا ہے اور میرے پاس وحی آتی ہے، میں خود بھی اس وحی کے مطابق عمل کرتا ہوں اور دوسروں کو بھی اس وحی پر عمل کی دعوت دیتا ہوں، اس وضاحت کے بعد بھی اگر کفار مکہ نہ مانیں تو ان سے بحث ومباحثہ موقوف کر دیجئے کیونکہ تبلیغ کا فرض ادا ہو چکا اور ان کے راہ راست پر آنے کی توقع بھی نہیں رہی، اب تبلیغ وانذار کا رخ ان مومنین کی طرف موڑ دیجئے جو ابھی تقوی کی صفت کے ساتھ تو متصف نہیں، مگر ان کا عقیدہ درست ہے، ان میں فکر آخرت ہے، ان سے امید ہو سکتی ہے کہ وہ مصلحت سے متأثر اور ہدایات قرآنی سے منتفع ہوں۔

## پیغام:

جب کافر خود راہ راست پر آنے کی بجائے دوسروں کو بھی راہ راست سے ہٹانے کی کوشش کریں حتی کہ صریح عناد ودشمنی پر اتر آئیں تو مبلغین اور اصلاحی کوششیں کرنے والوں کو، اپنی کوششیں، تدبیریں اور پلان پورے طور پر مسلمانوں کی طرف موڑ دینے چاہئیں۔

جو مسلمان صفت تقوی کے ساتھ متصف ہیں وہ تو بسا غنیمت ہیں مگر جو مسلمان فواحش ومنکرات کے مرتکب، گناہوں میں ملوث، اخلاق باختہ، اعمال صالحہ کی بجا آوری میں کوتاہ ہیں، ابھی ان سے راہ راست پر گامزن ہونے کی توقعات ہیں اس لئے ان پر محنت کرنی چاہئے۔ محنت اور کوششیں ہر فرد، ہر گروہ وجماعت کی علیحدہ علیحدہ ہوتی ہیں جس کو متعلقہ فرد، جماعت وگروہ ہی بخوبی سمجھ سکتا ہے اور اس کے لئے وقت ولائحہ عمل بھی مرتب کر سکتا ہے اس لئے ہر لائن وہر جماعت والے اپنی کوششوں کو بروئے کار لاتے ہوئے محنت کریں۔ اللہ تعالی کوششوں کو بارآور فرمائیں، آمین۔

انوارِ حدیث

گذشتہ سے پیوستہ

# جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے

مولانا محمد خالد سعید

مبارکپوری استاذِ حدیث مظاہر علوم سہارنپور

**قال النبي صلی اللہ علیه وسلم: من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا ینظُرُ إلی عورۃِ أخِیه۔**

(ذکرہ السیوطي في جامع الأحادیث ۷۷/۳۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے بھائی کی ستر کو (زندہ، مردہ کسی حال میں) نہ دیکھے۔

## مرد وعورت کے ایک دوسرے سے پردے کے احکام

جہاں تک مرد وعورت کے ایک دوسرے کے جسم کو دیکھنے کی بات ہے تو اس سلسلے میں عورتوں کی اقسام کے لحاظ سے ان کے احکام بھی مختلف ہیں، ذیل میں ان میں سے بعض کے متعلق قدرے تفصیل پیش خدمت ہے:

### ۱- منکوحہ عورتیں یعنی بیویاں:

شوہر اور بیوی کے لیے ایک دوسرے کے جسم کو سر سے پیر تک دیکھنا اور چھونا جائز ہے، حتی کہ ایک دوسرے کی شرمگاہوں کو دیکھنا بھی جائز ہے مگر خلاف ادب ہے، اور فقہاء نے اسے موجب نسیان اور باعث ضعف بصر قرار دیا ہے، اس لیے جانبین کا اس سے بچنا ہی اولیٰ اور بہتر ہے۔

### ۲- باندیاں:

یعنی آدمی کی مملوکہ باندی جس سے جماع جائز ہے وہ بیوی ہی کے حکم میں ہے، یعنی آقا کے لئے اس کے پورے بدن کا دیکھنا اور چھونا جائز ہے۔

### ۳- ذات رحم محرم:

یعنی ایسی رشتہ دار محرم عورتیں جن سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہو جیسے ماں، بیٹی، خالہ، پھوپھی وغیرہ، مرد کے لیے ایسی محرم عورتوں کے پیٹ، کمر اور ناف سے گھٹنے تک کے حصے کو دیکھنا جائز نہیں ہے

اور باقی جسم کا دیکھنا جائز ہے، اور یہی حکم ان عورتوں کیلئے بھی ایسے رشتہ دار محرم مرد کے جسم کو دیکھنے کا ہے۔

چونکہ ایسے محارم رشتہ دار مرد وخواتین عام طور سے ایک ساتھ ایک گھر میں رہتے ہیں یا ایک دوسرے سے ملاقات کے لیے بکثرت ان کا آنا جانا ہوتا ہے اور خواتین کا گھر کے اندر کام کاج وغیرہ کے دوران بہت سی مرتبہ سر بازو وغیرہ اعضاء سے کپڑا ہٹ جاتا ہے اور ہر وقت ان کو ڈھانپنے میں حرج تھا اس لیے شریعت نے اجازت دی کہ محرم مردوں سے ان اعضاء کا پردہ نہیں ہے، اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ یہاں مرد وعورت کی جانب سے شہوت اور فتنے کا اندیشہ نہیں ہے بلکہ یہ محرم مرد ان خواتین کی عصمت وعزت کے محافظ ہوتے ہیں، چنانچہ اگر مرد وعورت میں سے کسی کے اندر بھی شہوت پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو ان اعضاء کا بھی کھولنا اور دیکھنا جائز نہیں ہوگا۔

## ۴۔ اجنبی آزاد عورتیں:

یعنی ایسی عورتیں جن سے کوئی رشتہ وقرابت نہ ہو اور نہ محرم ہوں، اور کسی کی مملوکہ باندی بھی نہ ہوں بلکہ آزاد ہوں، تو اجنبی مرد (جو رشتہ دار اور محرم نہ ہو) کے لیے ان عورتوں کے چہرے اور ہتھیلیوں کے علاوہ پورے بدن کا دیکھنا ناجائز ہے، اور اسی طرح عورت کے لیے اجنبی مرد کے جسم کے ناف سے لیکر گھٹنے تک کے حصہ کو دیکھنا ناجائز ہے، اور باقی جسم کو دیکھنا جائز ہے بشرطیکہ عورت کو اپنے نفس پر اطمینان ہو۔

لیکن بلا ضرورت شرعیہ شہوت کے ساتھ ایک دوسرے کو دیکھنا حرام ہے اور بلا شہوت بھی مکروہ ہے اور اگر فتنے میں پڑنے یا شہوت پیدا ہونے کا اندیشہ بلکہ شک اور شبہ بھی ہو تو دیکھنا ناجائز اور حرام ہے۔

## ۵۔ ذات رحم بلا محرم:

یعنی ایسی رشتہ دار عورتیں جن سے نکاح حرام نہیں ہے مثلاً چچا زاد، پھوپھی زاد اور ماموں زاد بہنیں وغیرہ ان کا حکم بھی اجنبی عورتوں ہی کی طرح ہے۔

(بدائع الصنائع کتاب الاستحسان ۴/ ۲۸۸-۲۹۹ بحذف واختصار، ردالمحتار ۹/ ۶۰۲-۶۱۲، فتاوی محمودیہ ۲۸/ ۱۱۸)

اسلام نے مسلم معاشرے کو ہر طرح کی بے حیائی وفحاشی سے محفوظ رکھنے کے لئے مرد وخواتین دونوں کو اپنی اپنی نگاہیں پست رکھنے اور شہوت رانی کے تمام ناجائز طریقوں سے بچنے کا تاکیدی حکم دیا ہے، چنانچہ سورہ النور کے اندر اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے **قُلْ للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم...... الخ** (آیت ۳۰-۳۱)

''مومن مردوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہی ان کے لیے پاکیزہ ترین طریقہ ہے، وہ جو کارروائیاں کرتے ہیں اللہ ان سب سے پوری طرح باخبر ہے، اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی سجاوٹ کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو خود ہی ظاہر ہو جائے، اور اپنی اوڑھنیوں کے آنچل اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں اور اپنی سجاوٹ اور کسی پر ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہروں کے، یا اپنے باپ یا اپنے شوہروں کے باپ کے، یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے، یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں، یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے، یا اپنی (مسلمان) عورتوں کے، یا ان کے جو اپنے ہاتھوں کی ملکیت میں ہیں، یا ان خدمت گذاروں کے جن کے دل میں کوئی (جنسی) تقاضا نہیں ہوتا، یا ان بچوں کے جو ابھی عورتوں کے چھپے ہوئے حصوں سے آشنا نہیں ہوئے، اور مسلمان عورتوں کو چاہئے کہ وہ اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ ماریں کہ انہوں نے جو زینت چھپا رکھی ہے وہ معلوم ہو جائے اور اے مومنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو، تا کہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔''

ان آیات میں اولاً مردوں کو نگاہ نیچی رکھنے یعنی شرعاً ممنوع چیز سے نگاہ پھیر لینے کا حکم دیا گیا ہے، مردوں کے حکم میں عورتیں بھی داخل تھیں مگر پھر بھی تاکیداً ان کے لیے اس حکم کو علیحدہ بھی ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیعؒ تحریر فرماتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو اپنے محارم کے سوا کسی مرد کو دیکھنا حرام ہے بہت سے علماء کا قول یہ ہے کہ غیر محرم مرد کو دیکھنا عورت کیلئے مطلقاً حرام ہے خواہ شہوت اور بُری نیت سے دیکھے یا بغیر کسی نیت وشہوت کے، دونوں صورتیں حرام ہیں اور اس پر حضرت ام سلمہؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ:

ایک روز ام سلمہؓ اور میمونہؓ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں اچانک عبداللہ ابن ام مکتوم نابینا صحابی آگئے اور یہ واقعہ احکام حجاب نازل ہونے کے بعد پیش آیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کو حکم دیا کہ ان سے پردہ کرو اُمّ سلمہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ تو نابینا ہیں نہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں نہ ہمیں پہچانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو، تم تو ان کو دیکھ رہی ہو (ابوداؤد ۲/۵۶۸، ترمذی ۲/۱۰۶)

اور دوسرے بعض فقہاء نے کہا کہ بغیر شہوت کے غیر مرد کو دیکھنے میں عورت کے لئے

مضائقہ نہیں۔ان کا استدلال صدیقہ عائشہؓ کی اس حدیث سے ہے جس میں مذکور ہے کہ:

مسجد نبوی کے احاطہ میں کچھ حبشی نوجوان عید کے روز اپنا سپاہیانہ کھیل دکھارہے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھنے لگے اور صدیقہ عائشہؓ نے آپ کی آڑ میں کھڑے ہوکر ان کا کھیل دیکھا اور اس وقت دیکھتی رہیں جب تک کہ خود ہی اس سے اُکتا گئیں (بخاری ۲ / ۷۸۸،حدیث ۵۲۳۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہیں روکا۔اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نظر شہوت توحرام ہے اور بلاشہوت نظر کرنا بھی خلاف اولیٰ ہے۔

اور پھر آیت کریمہ میں عورتوں کو اظہار زینت یعنی مواقع زینت ظاہر کرنے سے منع کیا گیا ہے اور آگے اس حکم سے دو استثناء بیان فرمائے گئے ہیں ایک منظور کے اعتبار سے یعنی جس کی طرف دیکھا جائے اور دوسرا ناظر یعنی دیکھنے والوں کے اعتبار سے۔

پہلا استثناء ''الا ماظہر'' کے ذریعہ بیان کیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عورت کے لیے اپنی زینت کی کسی چیز کو مردوں کے سامنے ظاہر کرنا جائز نہیں سوائے ان چیزوں کے جو خود بہ خود ظاہر ہو ہی جاتی ہیں یعنی کام کاج اور نقل وحرکت کے وقت جو چیزیں عادتاً کھل ہی جاتی ہیں اور عادتاً ان کا چھپانا مشکل ہے وہ مستثنیٰ ہیں ان کے اظہار میں کوئی گناہ نہیں ،مراد اس سے کیا ہے؟ اس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیریں مختلف ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ''ماظَہر منہا'' میں جس چیز کو مستثنیٰ کیا گیا ہے وہ اوپر کے کپڑے ہیں جیسے برقع یا لمبی چادر جو برقع کے قائم مقام ہوتی ہے، یہ کپڑے زینت کے کپڑوں کو چھپانے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں تو مراد آیت کی یہ ہوگئی کہ زینت کی کسی چیز کو ظاہر کرنا جائز نہیں سوائے ان اوپر کے کپڑوں کے جن کا بہ ضرورت باہر نکلنے کے وقت چھپانا ممکن نہیں جیسے برقع وغیرہ۔

اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں کیونکہ جب عورت کسی ضرورت سے باہر نکلنے پر مجبور ہوتو نقل وحرکت اور لین دین کے وقت چہرے اور ہتھیلیوں کو چھپانا مشکل ہے اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تفسیر کے مطابق تو غیر محرم مردوں کے سامنے عورت کو چہرہ اور ہاتھ کھولنا بھی جائز نہیں صرف اوپر کے کپڑے برقع وغیرہ کا اظہار بضرورت مستثنیٰ ہے۔

اور حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر کے مطابق چہرہ اور ہاتھوں کی ہتھیلیاں بھی غیر محرموں کے سامنے کھولنا جائز ہے۔اسلئے فقہاء امت میں بھی اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ چہرہ اور ہتھیلیاں پردے سے

مستثنیٰ اور انکا غیر محرموں کے سامنے کھولنا جائز ہے یا نہیں؟ مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر چہرہ اور ہتھیلیوں پر نظر ڈالنے سے فتنہ کا اندیشہ ہو تو ان کا دیکھنا بھی جائز نہیں اور عورت کو ان کا کھولنا بھی جائز نہیں اسی طرح اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ سترِ عورت جو نماز میں اجماعاً اور خارج نماز علی الاصح فرض ہے اس سے چہرہ اور ہتھیلیاں مستثنیٰ ہیں اگر ان کو کھول کر نماز پڑھی تو نماز باتفاق صحیح و درست ہو جائیگی۔

قاضی بیضاوی اور خازن نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ: مقتضا آیات کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے لئے اصل حکم یہ ہے کہ وہ اپنی زینت کی کسی چیز کو بھی ظاہر نہ ہونے دے بجز اس کے جو نقل و حرکت اور کام کاج کرنے میں عادتاً کھل ہی جاتی ہے ان میں برقع اور چادر بھی داخل ہیں اور چہرہ اور ہتھیلیاں بھی کہ جب عورت کسی مجبوری اور ضرورت سے باہر نکلتی ہے تو برقع چادر وغیرہ کا ظاہر ہونا تو متعین ہی ہے اور لین دین کی ضرورت میں بعض اوقات چہرہ اور ہاتھ کی ہتھیلیاں بھی کھل جاتی ہیں تو وہ بھی معاف ہیں گناہ نہیں۔

لیکن اس آیت سے یہ کہیں ثابت نہیں کہ مردوں کو چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھنا بھی بلا ضرورت جائز ہے بلکہ مردوں کا تو وہی حکم ہے کہ نگاہ پست رکھیں اگر عورت کہیں چہرہ اور ہاتھ کھولنے پر مجبور ہو جائے تو مردوں کو لازم ہے کہ بلا عذر شرعی اور بلا ضرورت کے اس کی طرف نہ دیکھیں اس توجیہ میں دونوں روایتیں اور تفسیریں جمع ہو جاتی ہیں۔

اور یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ جن فقہاء نے چہرہ اور ہتھیلیوں کو دیکھنا جائز قرار دیا ہے وہ بھی اس پر متفق ہیں کہ اگر فتنے کا اندیشہ ہو تو چہرہ وغیرہ دیکھنا بھی ناجائز ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حسن اور زینت کا اصل مرکز انسان کا چہرہ ہے اور زمانہ فتنہ و فساد اور غلبۂ ہویٰ اور غفلت کا ہے اس لیے (سوائے مخصوص ضرورتوں کے مثلا علاج و معالجہ یا کوئی خطرۂ شدیدہ وغیرہ) عورت کو غیر محارم کے سامنے قصداً چہرہ کھولنا بھی ممنوع ہے اور مردوں کو اس کی طرف قصداً نظر کرنا بھی بغیر ضرورت شرعیہ کے جائز نہیں۔

(معارف القرآن سورہ النور آیت ۳۰ و ۳۱ بحذف واختصار)

**عورتوں کو غیر محارم کے سامنے اپنا چہرہ چھپانے کا صریح حکم سورہ احزاب کی اس آیت میں دیا گیا ہے یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔**

اے نبی تم اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادریں اپنے (منہ کے) اوپر جھکا لیا کریں اس طریقے میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی، (کہ وہ آزاد اور شریف خواتین ہیں) تو ان کو ستایا نہیں جائے گا (یعنی کسی ضرورت سے باہر نکلنا پڑے تو

چادر سے سر اور چہرہ بھی چھپالیا جائے، اور اس چہرہ کے اور سر کے ڈھانکنے میں اگر کوئی کمی یا بے احتیاطی بلا قصد ہوجائے تو) اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے (اس کو معاف کردے گا)۔

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں :

یہ آیت ''منع عن کشف الوجہ'' میں صریح ہے، اگر کسی کو وسوسہ ہو کہ یہ تو عارض دفع تعرض کے لئے تھا، جواب یہ ہے کہ حاصل اس دفع تعرض کا دفع فتنہ ہے، پس جہاں فتنہ ہوگا وہاں کشف وجہ ممنوع ہوگا، خصوصیت کسی فتنہ کی معتبر نہیں، اور چونکہ مبنیٰ اس کا دفع فتنہ ہے اس لئے اس وجوبِ سترِ وجہ کو لغیرہ کہتے ہیں اور عجائز کو مستثنیٰ کہتے ہیں، البتہ ازواجِ مطہرات کے لئے دوسری دلیل سے اِس وجوب کو لعینہ کہتے ہیں۔ (بیان القرآن ۹/۶۶)

# امینِ خُلقِ عظیم

## کلام : محترم رضوانؔ فاروقی الہ آبادی

| | | |
|---|---|---|
| بصد عقیدت مرے لبوں پر جو شاہِ بطحا کا نام آیا | | اُدھر سے بارش ہوئی کرم کی سکونِ دل کا پیام آیا |
| نہ پوچھو محفل کا حال کیا تھا جو ذکرِ خیر الانام آیا | | کہ لوگ ہوہو گئے ہیں بےخود نہ بادہ آیا نہ جام آیا |
| جہاں جہاں تازگی تھی پیدا، یہاں وہاں چاندنی تھی برپا | | جو باغِ طیبہ کا پھول آیا، عرب کا ماہِ تمام آیا |
| دکھا تھا حسنِ قبول آیا، اُڑاتا باطل کی دھول آیا | | خدا کا پیارا رسول آیا، نبیِ خیر الانام آیا |
| امینِ خُلقِ عظیم بن کر، دُکھے دلوں کا ندیم بن کر | | بجاں نسیم و شمیم بن کر، نشاطِ ہر صبح و شام آیا |
| نماز پڑھنے کو بیتِ اقصیٰ میں انبیاء جب تھے جمع سارے | | حضورؐ پہونچے تو شور اٹھا کہ آیا آیا امام آیا |
| گئے جو معراج میں تو لائے خدا سے معراجِ ہر مسلماں | | نماز آئی، سجود آیا، قعود آیا، قیام آیا |

خموش رضواںؔ خموش رضواں کہ اب تصور میں ہے وہ روضہ
وہ سبز گنبد دیا دکھائی، وہ دیکھ باب السلام آیا

لائق عمل

# اتباعِ سنت آج کی اہم ضرورت

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ شریعتِ اسلامی کا اہم ماخذ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مسلمان کی زندگی کے لیے واجب التقلید نمونہ ہے، اس سے ایک طرف شریعت کے بہت سے احکام وہدایات ملتی ہیں تو دوسری طرف اسی سے ہم کو اسلامی زندگی کا مثالی نمونہ بھی ملتا ہے۔ اس حیات طیبہ کو سن کر اور پڑھ کر مسلمان کا دل ودماغ جو کچھ اخذ کرتا ہے اس سے اس کی دنیا بھی بنتی ہے اور دین بھی بنتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دیکھا اور ہونے دیا، ان سب کو حدیث کا نام دیا جاتا ہے اور حدیث شریعتِ اسلامی کا ایک بڑا ستون ہے، لہٰذا ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا جی لگا کر مطالعہ کرے، اپنے جلسوں میں، تقریروں میں، گفت گو میں ان کی باتوں کا چرچا کرے، ان باتوں سے سبق لے اور ان کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرے جن کو مستند کتابوں میں نقل کیا گیا ہے اور جن کا انسانی زندگی سے گہرا تعلق ہے۔

اس سلسلہ میں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کتنے لوگوں کی زندگیوں میں ان کے سننے اور جاننے سے تبدیلی آئی، کتنے لوگوں کی زندگی شریعتِ اسلامی کے سانچے میں ڈھلی، اگر ایسا نہیں ہوا تو پھر اس کا مطلب ہے کہ جلسہ کرنے والوں میں کوئی نہ کوئی بے خیالی ہے کہ جو فائدہ حاصل کر سکتے تھے وہ حاصل نہ کر سکے اور اس مقصد کو پورا نہ کر سکے، جس مقصد کے نام پر یہ جلسے کیے جاتے ہیں وہ صرف معجزات یا ایسے کمالات کے بیان میں محدود ہو کر رہ گئے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کا عمل ممکن نہیں یا بہت ہی مشکل ہے، دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ نہ مقررین اس کا خیال رکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے نصیحت آمیز پہلوؤں کو بیان کریں اور نہ سامعین کو اس کا شوق کہ وہ باتیں سنیں جن سے ان کو سبق ملتا ہو، ہاں چمک دمک، ذوق وپسند کی باتوں سے خوش کن جلسہ تو ہو جاتا ہے، لیکن اس سے فائدہ پہنچنے کی طرف دھیان دینے کی ضرورت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں جب تشریف لائے تو پیدا ہونے سے قبل اور پیدا ہونے کے چند سال بعد والد اور والدہ کی شفقتوں سے محرومی برداشت کرنا پڑی، ذرا بڑے ہوئے تو شفیق دادا بھی نہ رہے، صرف چچا کی

ہم دردی وشفقت باقی رہی، لیکن چچا کو غربت کا سامنا تھا، لہٰذا آپ کو بھی غربت کا سامنا کرنا پڑا، یتیمی پھر غربت، کچھ بڑے ہوئے تو معاشی لحاظ سے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی تدبیر کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قبیلہ کے دستور کے مطابق کاروبار وتجارت کی طرف توجہ دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذہانت وامانت رنگ لائی او رکاروبار کے ذریعے آپ کے اقتصادی حالات میں تبدیلی آئی، اس سے آپ نے شفیق چچا کی مدد بھی کی اور وہ اس طرح کہ ان کے ایک صاحب زادہ کو آپ نے اپنی کفالت میں لے کر ان کے بوجھ کو ہلکا کیا، دوسری طرف قوم کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اعلیٰ انسانی اخلاق وکردار آئے ان سے آپ کو سب کی محبت وقدر حاصل ہوئی، آپ کا نام سب نے امانت دار رکھ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کی آنکھوں کا تارہ بن گئے۔

لیکن جب نبوت کی ذمہ داری ملی اور اس کا کام سپرد ہوا، اس کام کے کرنے سے لوگوں کا سابقہ رویہ بدل گیا، اگر پہلے جیسے رہتے تو قریش میں آپ سے زیادہ پسندیدہ اور محترم شخص کوئی اور نہ ہوتا، آپ قریش کے بادشاہ کی طرح ہوجاتے اور آپ کو دنیاوی وجاہت انتہا درجہ کی حاصل ہوتی، آپ جو کہتے قریش اس کو بجالاتے، آپ کے لیے سب اپنی نگاہیں فرش راہ کرتے، لیکن خدا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعوت واصلاح کا کام لینا تھا، آپ کو حکم ہوا کہ قوم کے عقیدوں اور مذہبی عادتوں کی جو بگڑی ہوئی شکلیں چل رہی تھیں ان کی اصلاح کا پیغام سنائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کی ذمہ داری اٹھالی اور اس کی انجام دہی سے جو تکلیفوں کا سلسلہ شروع ہونا تھا اس کے لیے تیار ہوگئے، چناں چہ عداوت کا جو طوفان اٹھا وہ بہت خوف ناک تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امانت دار اور نیک کردار کہنے والے اور عزت واحترام سے پکارنے والے بگڑ گئے، پہلے جو تعریف کرتے تھے تو اب برائی کرنے لگے، پہلے جو آنکھوں پر بٹھانے کے لیے تیار رہتے تھے اب پتھر مارنے لگے، عزت کرنے والے مذاق اڑانے لگے، گندگی اور کیچڑ ڈالنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب جھیلا اور پیغام خداوندی سناتے رہے، حق وانسانیت کے لیے، حکم الٰہی کی بجا آوری کے لیے، سب برداشت کرتے، جواب نہ دیتے، صبر آزما معاملہ تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عظیم صبر سے کام لیا، برداشت سے باہر تھا، پھر بھی برداشت کیا، کیوں کہ حکم الٰہی تھا کہ برداشت کرو، جواب نہ دو۔ مخالفت کے باوجود نیکی کی تلقین کرتے اور حق کا پیغام پہنچاتے رہے۔

تیرہ سال اسی جدوجہد اور صبر میں گزرے اور برداشت اور صبر کا حکم جاری رہا، حتیٰ کہ وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور دوسری جگہ منتقل ہونا پڑا، بالآخر خدا کی طرف سے اجازت ملی کہ بہت ظلم ہوچکا، اب جواب دے سکتے ہو،

اب مقابلہ پڑے تو مقابلہ کر سکتے ہو، اللہ کی مدد ہوگی، یہاں سے مقابلہ کا آغاز ہوا اور اللہ تعالیٰ کی جو مدد تکلیف جھیلنے اور برداشت کرنے میں آتی تھی، وہ مقابلہ کی اجازت کے بعد جاری رہی اور میدان جنگ میں آئی، آپ پر دشمن حملہ آور ہوتا، آپ کے نئے وطن مدینہ پر چڑھائی کرتا، آپ مقابلہ کرتے اور بہادری کا ثبوت دیتے، یہ سب حق کے لیے تھا ، اپنے پروردگار کی رضا کے حصول کے لیے تھا، نفس کشی تھی، راحت کی قربانی تھی، مکہ کی تیرہ سالہ مدت میں بھی قربانی اور مدینہ کی دس سالہ مدت میں بھی خطرات کا مقابلہ اور قربانی، اعلیٰ اور پاکیزہ زندگی، انسانیت، رواداری، برداشت، ثابت قدمی، بہادری، شرافت وعظمت، کردار کے طرح طرح کے انداز، یہ تھی انسانیت نواز مثالی زندگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بحیثیت نبی کے بہت اونچا ہے، لیکن اسی کے ساتھ بحیثیت انسان کے اخلاق، محبت، ہم دردی، انسان نوازی، خوش اخلاقی، خاکساری، تواضع، مہمان داری، غرباء پروری، مصیبت زدوں کے ساتھ ہم دردی بھی انتہائی بڑھی ہوئی تھی، ایک طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے کمالات کا مظہر تھے اور دوسری طرف انسانی خوبیوں کا اعلیٰ پیکر تھے۔

ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ دونوں پہلوؤں سے کرنا چاہیے، ایک طرف یہ کہ اس سے ہم کو شریعت کی تعلیمات ملتی ہیں، جن پر عمل کر کے خدا کو راضی کر سکتے ہیں اور اپنی آخرت بنا سکتے ہیں، دوسری طرف یہ کہ انسانی وبشری خوبیوں اور خصلتوں کے کیسے کیسے اعلیٰ نمونے سامنے آتے ہیں، جن کے اختیار کرنے سے دنیاوی اعتبار سے اور سماج کے اندر ہم ایک اعلیٰ خصلتوں کے انسان بن سکتے ہیں۔

ہم صرف روشنی کر کے اور صرف معجزات بیان کر کے خود اپنے کو بہت خوش تو کر لیتے ہیں، لیکن رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لیے یہ روشنی اور شان دار مظاہرے مفید نہیں، مفید تو آپ کی حیات طیبہ کے اخذ فیض سے آپ کی سنت کی اتباع کرنا ہے، انسانوں کے لیے ہم دردی اور محبت وعنایت کا اختیار کرنا ہے، ہم کو دیکھنا چاہیے کہ ہم اپنے ذوق کی تسکین اور دکھاوا کرنا چاہتے ہیں، یا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کے کام کرنا چاہتے ہیں؟ ہمیں سیرت پاک کی محفلوں میں اتباع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور سامنے لانا چاہیے، تاکہ آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر ملاقات مقدر ہو تو آپ یہ نہ فرمائیں کہ تم نے ہم کو تو خوش نہیں کیا، صرف اپنے کو ہی خوش کرتے رہے اور شان وشکوہ سے اپنا دل بہلاتے رہے اور ہماری سنتیں مٹتی رہیں۔

علمی تحقیق

# قرآن کریم کے سات حروف

## مراد اور مفہوم

### تمہید :

بخاری ومسلم وغیرہ میں وارِد یہ حدیث بہت مشہور ومعروف ہے :إن هذا القرآن أُنزِلَ على سبعة أحْرُف، فاقرؤوا ماتيَسّرَ منه"( کہ یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، لہٰذا اُن میں سے جس حرف سے آسانی ہو پڑھ سکتے ہو)۔

بعض مناسبتوں سے گذشتہ دنوں تخصص فی الحدیث (سالِ اول) کے طلبہ کوبطور تمرین کے، اِس حدیث کی تخریج وتحقیق اورتشریح وتطبیق کا کام سونپا گیا تھا، ماشاءاللہ کئی طلبہ نے اچھی اور مدلل تحقیق پیش کی (تقبل الله منا ومنهم، وبارك فينا وفيهم، آمين)، اِس ماہ کی اِس مجلس میں طلبہ کے تیار کردہ ان ہی مقالات کی روشنی میں،مزید بحث ومراجعت کے بعد حدیثِ مذکور کی تشریح پیش کی جاتی ہے۔

### حدیث کی تخریج اوراسنادی حیثیت:

یہ حدیث بخاری ومسلم سمیت اکثر کتبِ مشہورہ میں مختلف صحابہؓ سے موجود ہے،اس حدیث کے معنوی لحاظ سے متواتر ہونے پرتو علماء کا اتفاق ہے، البتہ لفظی اعتبار سے بھی متواتر ہے یا نہیں؟،اس سلسلے میں امام ابوعبید القاسم بن سلامؒ، امام حاکمؒ اورعلامہ سیوطیؒ وغیرہم کی رائے یہی ہے کہ یہ حدیث لفظاً بھی متواتر ہے۔علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں :وردَ حديث:"أنزل القرآن على سبعة أحرف" من رواية جمع من الصحابة :أبي بن كعب، وأنس، وحذيفة بن اليمان، وزيدبن أرقم، وسمرة بن جندب، وسليمان بن صرد، وابن عباس، وابن مسعود، وعبد الرحمن بن عوف، وعثمان بن عفان، وعمر بن الخطاب، وعمرو بن أبي سلمة، وعمرو بن العاص، ومعاذ بن جبل، وهشام بن حكيم، وأبي بكرة، وأبي جهم، وأبي سعيد الخدري، وأبي طلحة الأنصاري، وأبي هريرة، وأبي أيوب، رضي الله عنهم أجمعين. فهؤلاء أحد وعشرون صحابياً، وقد نصّ أبو عبيد على

تواترہ.(الإتقان في علوم القران ا : ۱۰۰)۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:ادعی أبو عبیدة تواتره، لأنه ورد من روایة أحد وعشرین صحابیاً، ومراده التواتر اللفظي، وأما تواترة المعنوي فلا خلاف فیه. (مرقاۃ المفاتیح ۵ :۹۱).

علامہ زُرقانیؒ شارحِ ''موطأ'' کا اِرشاد ہے:وأما حدیث سمرة رفعه أنزل القرآن علی ثلاثة أحرف''، رواه الحاکم قائلاً تواترت الأخبار بالسبعة، إلا في هذا الحدیث (شرح الزرقانی ۲: ۱۱)۔

نیز:متعدد محدثین (مثلاً ابویعلی موصلی وابن ابی اسامہ) نے یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ نے منبر پر یہ اعلان فرمایا کہ وہ تمام حضرات کھڑے ہوجائیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہو کہ ''قرآن کریم سات حروف پر نازل کیا گیا، جن میں سے ہر ایک حرف شافی وکافی ہے''، چنانچہ صحابۂ کرامؓ کی اتنی بڑی جماعت کھڑی ہوگئی جسے شمار نہیں کیا جاسکا۔(المطالب العالیۃ ۳۴۸)۔

## حدیث کا پس منظر اور سات حروف پر نزول کی حکمت:

اِس سلسلہ میں سب سے زیادہ مشہور دو قصے ہیں:

پہلا قصہ: قاریٔ قرآن حضرت اُبّی بن کعبؓ کا ہے، فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مسجدِ نبوی میں بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص آیا، اُس نے نماز کی نیت باندھ کر قراءت شروع کی، تو بعض بعض مواقع پر اُس نے کچھ الگ انداز سے پڑھا، میں چونکا، تھوڑی ہی دیر میں دوسرا شخص آیا، اُس نے انہی مقامات کو کچھ اور انداز سے پڑھا، میں اور حیرت میں پڑ گیا، نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تینوں کی حاضری ہوئی، مسئلہ پیش ہوا، آپؐ نے تینوں کی تصویب فرمائی، میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہی، بلکہ مجھے قرآن کے الفاظ کے ''وحیٔ الٰہی'' ہونے ہی میں شبہ ہونے لگا، آپؐ نے میری کیفیت محسوس فرمائی، میرے سینے پر ہاتھ مارا، اور وضاحت فرمائی کہ:

> میں بنوغفار کے کنویں کی طرف گیا ہوا تھا، جبریلؑ :اللہ کی طرف سے پیغام لے کر آئے کہ قرآن ایک حرف پر پڑھنا چاہتے ہیں یا دو حرف پر؟ جبریلؑ نے خود ہی مشورہ دیا کہ کہہ دیجیے کہ دو حرف پر، پھر سوَال ہوا کہ دو یا تین؟ فرشتے نے مشورہ دیا کہ تین عرض کردیں، اِس طرح سے سات حروف تک کی اجازت ہوگئی۔(مسلم :۸۲۰، ۸۲۱،وابوداود :۱۴۷۷، ۱۴۷۸،ونسائی :۹۳۹-۹۴۱)۔

مسند احمد(۵ /۵۱) کی روایت میں ہے کہ میکائیلؑ نے مشورہ دیا تھا کہ اور زیادتی طلب کیجیے، تو

اُن ہی کے مشورے پر آپؐ زیادتی طلب فرماتے رہے یہاں تک کہ سات حروف تک کی اجازت مل گئی۔

ترمذی (۲۹۴۴) کی روایت میں یہ مضمون اِس طرح وارِد ہوا ہے کہ اولاً اللہ کی طرف سے لوگوں کو ایک ہی حرف پر قرآن پڑھانے کا پیغام آیا تھا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ میں تو ایک اَن پڑھ قوم کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں، جن میں سن رسیدہ بوڑھیاں بھی ہیں، لب گور بوڑھے بھی ہیں، لڑکے اور لڑکیاں بھی ہیں، اور ناخواندہ افراد بھی ہیں، اِن لوگوں کے لیے ایک ہی حرف کی پابندی مشکل ہو جائے گی، اور میری اُمت اس کا تحمل نہیں کر سکے گی، تو اِس پر اضافہ کرتے کرتے سات حروف تک کی گنجائش دے دی گئی۔

نسائی (۹۳۹) کی روایت میں ہے کہ ہر مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے رہے: "**أسأل الله معافاته ومغفرته، وإن أمتي لا تطيق ذلك** " (میں اللہ سے اس کی معافی اور مغفرت چاہتا ہوں، میری اُمت ایک حرف کی پابندی برداشت نہیں کر پائے گی)، یہاں تک کہ سات حروف تک کی اجازت مل گئی۔

اِس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو "سات حروف" پر نازل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ امت کو تلاوت میں آسانی ہو جائے، اور یہ آسانی اور سہولت (فرشتوں کے مشورہ سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بار بار کی درخواست اور فرمائش پر مرحمت فرمائی گئی ہے۔

دوسرا قصہ: حضرت عمرؓ کا ہے، فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ہشام بن حکیم بن حزامؓ کے پاس سے گذر رہا تھا، وہ نماز میں سورۂ فرقان کی قراءت کر رہے تھے، اور انھوں نے بعض حروف اس سے مختلف انداز سے پڑھے جس طرح کہ میں نے یاد کر رکھے تھے، سن کر مجھ بہت شدید تغیر ہوا، جی چاہا کہ نماز ہی میں ان پر ٹوٹ پڑوں، مگر پھر برداشت کر گیا، اور نماز پوری کرنے کی مہلت دے دی، نماز ختم ہوتے ہی گریبان پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا، اور عرض کیا کہ سورۂ فرقان جس طرح سے آپ نے مجھے پڑھائی ہے، یہ اُس سے الگ انداز سے پڑھ رہے تھے، آپؐ نے فرمایا کہ اِن کا گریبان تو چھوڑ دو، پھر آپؐ نے اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا: کہ ہاں بھائی! تم کیسے پڑھ رہے تھے؟ اُنھوں نے سنایا، پھر مجھ سے فرمایا کہ اَب تم پڑھو، میں نے بھی پڑھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں ہی ٹھیک پڑھ رہے ہو، دراَصل قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔ (بخاری: ۴۹۹۲، ومسلم: ۸۱۸، وابو داود: ۱۴۷۵، وترمذی: ۲۹۴۳، ونسائی: ۹۳۶-۹۳۸)۔

اِسی طرح کے واقعات اور بھی صحابہؓ کے درمیان پیش آئے، جن کی طرف حافظ ابن حجرؒ نے ''فتح الباری'' (۴۹۹۲) میں اشارہ فرمایا ہے۔

## اَحرُفِ سبعہ (سات حروف) سے کیا مراد ہے؟

یہاں یہ بحث بہت اہم ہے کہ احادیث میں قرآن کے جن ''سات حروف'' پر نازل ہونے کی خبر دی گئی ہے، اُن ''سات حروف'' سے کیا مراد ہے؟۔

اگر کہا جائے کہ موجودہ ''قراءاتِ سبعہ'' مراد ہیں۔تو پھر سوال ہوگا کہ اِن کے علاوہ جو اور قراءات (عشرہ وغیرہ) صحیح طور پر منقول ومتوارث ہیں وہ کہاں سے آگئیں؟ اِسی طرح جن حضرات نے بعض اور قراءات پر بھی متواتر، یا صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے، اور اُن کی تلاوت کو درست قرار دیا ہے، اُس کی بنیاد کیا ہے؟۔

اِسی طرح خود قراءسبعہ کی بعض قراءات کو جومرجوح اور شاذ قرار دیا گیا ہے، وہ کیسے درست ہوسکتا ہے؟! (النشر فی القراءات العشر ا/ ۴۴، وعلوم القرآن ص: ۱۳۸)۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قراءاتِ سبعہ کے اختلافات تو صرف طرزِ اداء تک کے ہیں، جب کہ بعض احادیث سے الفاظ کے اختلاف کا بھی ثبوت ملتا ہے، مثلاً حضرت ابوبکرہؓ کی ایک حدیث امام احمد (۲۰۵۱۴) وغیرہ نے تخریج کی ہے، اُس کا مضمون یہ ہے:

> کہ جبریلؑ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: قرآن کو ایک ہی حرف پر پڑھنا ہے، اِس پر میکائیلؑ نے مشورہ دیا کہ اِس پر اضافہ کروائیے، آپؐ اُن کے مشورے سے اضافہ کرواتے رہے یہاں تک کہ سات حروف تک کی اجازت مل گئی۔اس کے آخر میں ہے کہ حضرت جبریلؑ نے عرض کیا: ٹھیک ہے، ان میں سے ہر ایک حرف کافی اور شافی ہوجائے گا تاوقتیکہ آپؐ عذاب کی آیت کو رحمت سے، یا رحمت کی آیت کو عذاب سے مخلوط نہ کریں، لہٰذا ''تعالَ'' (آؤ)، ''أقبِل'' (آؤ)، ''هَلُم'' (آؤ)، ''اِذهب'' (جاؤ)، ''أسرِع'' (جلدی کرو)، اور ''عَجِل'' (جلدی کرو) جیسے الفاظ میں مترادفات کا استعمال کرسکتے ہیں۔
>
> سنن ابو داود (۱۴۷۷) وغیرہ میں حضرت اُبیؓ کی ایک حدیث میں ہے کہ مثلاً ''عزیزاً حکیماً'' کی جگہ پر ''سمیعاً علیماً'' وغیرہ پڑھ سکتے ہو، ہاں آیتِ عذاب: آیتِ رحمت سے، یا آیتِ رحمت: آیتِ عذاب سے خلط ملط نہ ہو''۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اِن ''سات حروف'' کا تعلق صرف طرزِ اداء کے اِختلافات سے نہیں تھا، بلکہ یہاں اور بھی اِختلافات تھے، جن کے دائرے میں رہتے ہوئے قرآن پڑھنے کی گنجائش دی گئی تھی۔

اور اگر اِن ''حروفِ سبعہ'' کا مصداق مروَّجہ ''قراءاتِ سبعہ'' کو نہ مانا جائے تو پھر یہ سؤال ہوگا کہ پھر وہ منزَّل من اللہ قراءات چلی کہاں گئیں؟ اور حفاظتِ قرآن کے وعدے کے ہوتے ہوئے کوئی قراءتِ صحیحہ ضائع کیسے ہوگئی؟! اور اِن قراءاتِ سبعہ کی شرعی اور علمی حیثیت کیا ہے؟

اِن ہی سب سؤالات کے نتیجے میں یہ بحث فنِ قراءت کی ایک معرکۃ الآراء بحث بن گئی ہے، حتی کہ حافظ ابن حبانؒ اور قاضی ابن العربیؒ نے اس سلسلے میں علماء کے پینتیس اقوال شمار کرائے ہیں، اور قراءت کے مشہور امام علامہ ابن الجزریؒ اور ملا علی قاریؒ وغیرہ نے چالیس کے قریب اقوال ہونے کا تذکرہ کیا ہے، جن میں سے اکثر اقوال علامہ سیوطیؒ نے ''الاتقان'' ۱/ ۱۶۴-۱۷۶ میں، بیان بھی فرمادیئے ہیں۔

اِس موضوع پر علامہ ابن الجزریؒ [ت :۸۳۳ھ] نے ''النشر فی القراءات العشر'' میں، حافظ ابن حجرؒ [ت :۸۵۲ھ] نے ''فتح الباری'' میں، حضرت شیخ الحدیثؒ [ت:۱۴۰۲ھ] نے ''اوجز المسالک'' میں نہایت بسط وتفصیل کے ساتھ کلام فرمایا ہے، اور اُردو میں شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اپنی معروف کتاب ''علوم القرآن'' میں ان تمام مصادر وماٰخذ کا احاطہ کرتے ہوئے، انتہائی محققانہ اور بصیرت افروز بحث فرمادی ہے، جس سے مسئلہ کے تمام پہلو پوری طرح سے روشن اور منقح ہوجاتے ہیں، اور قولِ راجح متحقق اور متعین ہوجاتا ہے۔

چوں کہ حضرت مفتی صاحب کے پیشِ نظر موضوع سے متعلق بہت سی الجھی ہوئی گتھیاں تھیں، اس لیے اُن کو سلجھانے میں طوالت زیادہ ہوگئی ہے، لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ یہاں حضرت ہی کی گفتگو کی روشنی میں مزید تحقیق ومراجعت کے بعد اِس بحث کا ایسا خلاصہ پیش کرنے کی کوشش کی جائے کہ ایک عام طالب علم کے لیے بھی استفادہ ممکن ہوجائے، اور بحث زیادہ طویل ہوکر، باعثِ اِملال نہ ہوجائے۔

راہِ عمل

# بغرضِ نکاح لڑکی کی تلاش کے لیے

# شرعی ہدایات

مفتی محمد راشد ڈسکوی عفا اللہ عنہ

دارالافتاء جامع مسجد اشیاق، ڈسکہ، سیالکوٹ

''شادی کا موضوع'' ہمارے معاشرے کا وہ سلگتا موضوع ہے کہ ہم میں سے ہر فرد اس کی آگ میں سلگ رہا ہے لیکن اس کے باوجود ہم میں سے ہر کوئی اس میں مبتلا ہے، از خود شادی کو سادی کرنا چاہتے ہیں لیکن ارد گرد کا ماحول اور معاشرہ اس راستے میں رکاوٹ بنا ہوا ہے، باپ محض یہ سوچ کر نہ بیٹھا رہے کہ چلو بچے ہیں، یہ خوشیاں بار بار تو نہیں ملتیں، کر لینے دو، اور بچے یہ سوچ کر کہ بڑے نہیں روک رہے تو اس لیے چلنے دیں وغیرہ وغیرہ

آج کی اس تحریر کا موضوع ہے کہ شادی کرنے کے لیے شریعت نے کس قسم کی لڑکی اور کن صفات کی لڑکی تلاش کرنے کا حکم دیا ہے، یہ عمل شادی کا سب سے پہلا مرحلہ ہے۔

## شرعاً لڑکی میں کون سی صفات مطلوب ہیں؟

عَنْ أَبِي هرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :تُنْكَحُ الْمَرْاۃُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِها وَلِحَسَبِها وَجَمَالِها وَلِدِينِها، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت سے چار چیزوں کے باعث نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال، اس کے حسب ونسب، اس کے حسن وجمال اور اس کے دین کی وجہ سے، تیرے ہاتھ گرد آلودہ ہوں، تو دیندار کو حاصل کر کے کامیاب ہو جا۔ (صحیح البخاری)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللهِ خَيْرًا لَه مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ إِنْ أَمَرَها أَطَاعَتْه، وَإِنْ نَظَرَ إِلَيْها سَرَّتْه، وَإِنْ

أَقْسَمَ عَلَيْهَا أَبَرَّتْهُ، وَإِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِه.

مومن اللہ کے تقویٰ کے بعد جو اپنے لیے بہتر تلاش کرے وہ نیک بیوی ہے کہ اگر اسے حکم دے تو اطاعت کرے، اس کی جانب دیکھے تو خوش ہو، اگر وہ کسی بات کے کرنے پر قسم کھالے تو اسے پوری کردے۔ اگر شوہر کہیں چلا جائے تو اس کی غیر موجودگی میں اپنی جان اور اس کے مال کی نگہبانی کرے۔ (سنن ابن ماجہ)

یحییٰ بن ابی کثیرؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِذَا جَآءَ كُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ أَمَانَتَهُ وَخُلُقَهُ فَانْكِحُوهُ كَائِنًا مَنْ كَانَ، فَإِنْ لَا تَفْعَلُوا تَكُنْ فتنةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ، أَوْ قَالَ: عَرِيضٌ.

جب تمہارے پاس ایسے شخص کے نکاح کا پیغام آئے جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہوں تو اس سے نکاح کردو، خواہ وہ کوئی بھی شخص ہو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں بہت زیادہ فساد اور فتنہ پھیلے گا۔ (المصنف لابن عبدالرزاق)

الغرض قرآن پاک اور بہت ساری احادیث کی روشنی میں خوشگوار زندگی گزارنے کے لیے جس بیوی کا انتخاب ہونا چاہیے، وہ:

مُحْصِنَه : یعنی: پاکدامن، شریف اور گھر کی چار دیواری میں رہنے والی، بدکاری سے بچنے والی۔

وَلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَان : یعنی: مردوں سے دوستیاں نہ لگانے والی۔

صَالِحَه : یعنی: ایمان واعمال والی۔

قَانِتَة : ہر حال میں اللہ سے راضی رہنے والی۔

حافِظَه : اپنی اور اپنے شوہر کی عزت، مال اور جان کی حفاظت کرنے والی۔

اَلْوَدُوْدُ الْوَلُوْد : خوب محبت کرنے والی، اور خوب اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت والی۔

باکِرہ: کنواری: عَلَيْكُمْ بِالْأَبْكَارِ، فَإِنَّهُنَّ أَعْذَبُ أَفْوَاهًا، وَأَنْتَقُ أَرْحَامًا، وَأَرْضَى بِالْيَسِيرِ (السنن لابن ماجہ)۔

قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں مذکور ان صفات سے ایک اشارہ یہ بھی ملتا ہے کہ والدین کو چاہیے کہ اپنی بچیوں کی تربیت اس نہج پر کریں کہ ان کے اندر یہ صفات پیدا ہوسکیں۔ اس کے لیے گھر کا

ماحول دینی بنانا ہوگا، گھر میں تعلیم کی فضا قائم کی جائے، بچیوں کو مدارس دینیہ میں بھیجا جائے، اور ممکن ہو تو محرم مردوں کے ساتھ جماعتوں میں لے کر نکلا جائے۔

## لڑکی دیکھنے کے بہانے دعوتیں کھاتے رہنا اور رشتہ رد کرتے رہنا

جب کسی کے گھر رشتہ کی طلب میں جانا ہو تو پہلے استخارہ کرلیں، اور اس کے بعد اس لڑکی کے جاننے والوں سے اس کے بارے میں، اس کے اخلاق، دینداری، چال چلن کے بارے میں معلومات کرلیں، اگر اتنے میں تسلی ہو جائے تو اپنی والدہ، بڑی بہن، بھابھی وغیرہ کو لڑکی دیکھنے کے لیے بھیج دیں، اس موقع پر لمبے چوڑے کھانوں اور تحفے تحائف لینے دینے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ یہ موقع بہت نازک ہوتا ہے، ہر جوان لڑکی اور اس کے والدین آنے والے رشتوں پر بڑے پر امید ہوتے ہیں، اس لیے کسی کے گھر رشتہ دیکھنے چلے جانا اور پھر انکار کر دینا بہت نازک مرحلہ ہوتا ہے، اگلوں کے احساسات اور جذبات کو سامنے رکھتے ہوئے رشتہ پسند یا ناپسند ہونے کی صورت میں طریقے سے بروقت اطلاع دے دیں۔

## لڑکی اور اس کے اہل خانہ کے عیوب اچھالتے رہنا

یہ بھی بہت بڑا مسئلہ ہے اگر رشتہ پسند نہ آیا ہو تو پھر اپنی صفائی دیتے ہوئے ''وہ ایسی تھی، اس کے گھر والے ایسے تھے،'' وغیرہ وغیرہ باتیں ہر مجلس میں کر کے ان پر کیچڑ اچھالا جاتا ہے۔ یہ بھی بہت بڑا گناہ ہے، اس سے بچنے کی ضرورت ہے، معقول طریقے سے دوسروں کے پوچھنے پر بتا دیا جائے کہ ادھر ترتیب نہیں بن پائی وغیرہ۔

## لڑکی کو ایک نظر دیکھنا

جس لڑکی کو نکاح کا پیغام دیا جا رہا ہو اور واقعتاً اس سے نکاح کا ارادہ بھی ہو تو اس کو ایک نظر دیکھنا جائز ہے، **فانکحوا ما طاب لکم من النساء** سے اشارۃ اور احادیث مبارکہ سے صراحتہ اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے، البتہ دیکھنے کے لیے شرعاً کوئی طریقہ مقرر نہیں، شرم و حیاء کے دائرہ میں رہتے ہوئے کوئی بھی مناسب صورت اختیار کی جاسکتی ہے۔

لیکن یہ بات واضح رہے کہ لڑکی کو ایک نظر دیکھنا مرد کا حقِ لازم نہیں، لہٰذا اگر وہ شخص صاف صاف دیکھنے کا مطالبہ کرے، لیکن عورت کے گھر والے نہ دکھلانا چاہیں، تو اس میں مرد کی حق تلفی نہیں؛ لہٰذا اگر لڑکی

والوں کی رضامندی سے لڑکی کو ایک نظر دیکھنا ممکن ہو تو دیکھ لیا جائے، ورنہ مرد کے گھر کی تجربہ کار عورتیں لڑکی کو دیکھ لیں، اس کی کیفیت اس کو بتادیں پھر اگر اسے اطمینان ہو تو نکاح کرلے اور اگر شرحِ صدر نہ ہو تو نکاح سے معذرت بھی کرسکتا ہے۔

واضح رہے کہ شریعت نے کچھ مصالح کے پیشِ نظر پیغامِ نکاح دینے والے کے لیے عورت کو ایک نظر دیکھنے کی اجازت دی ہے، لیکن اس کے لیے خصوصی اہتمام کرنا جیسے مجلس قائم کرنا اور لڑکی کو خوب بناؤ سنگھار کرا کر لڑکے کے والوں کو دکھانا جیسا کہ آج کل بعض جگہ ہوتا ہے، درست نہیں، اس سے اجتناب ضروری ہے۔ تاہم ایسی صورت میں اگر عورت معمولی زیب و زینت کرلے جیسا کہ عام طور پر گھروں میں خواتین کرتی ہیں تو اس حد تک گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

نیز! اس مقصد کے لیے لڑکی کی تصویر لڑکے کو یا اس کے گھر والوں کو دینا مناسب نہیں ہے، کیونکہ تصویر دینے میں لڑکے کا ایک سے زائد بار بلا ضرورت دیکھنے اور دیگر غیر محارم کے دیکھنے کا احتمال ہے، لہٰذا عام حالات میں لڑکے کے والوں کا تصویر کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔

اگر لڑکا دوسرے ملک میں رہتا ہو تو عام حالات میں لڑکی والوں کو یہ مناسب نہیں ہے کہ لڑکی کی تصویر اسے ارسال کریں، تاہم اگر اسکائپ وغیرہ پر اس کو ایک نظر دکھائیں تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اور ایسی صورت میں اگر لڑکے کی رشتہ دار خواتین لڑکی کے گھر آکر دیکھیں تو یہ سب سے بہتر ہے۔

## قریبی رشتہ داروں میں شادی کرنا

قریبی رشتہ داروں میں شادی کرنا فی نفسہ جائز ہے، شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، رہا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ اس طرح کی شادیوں میں ازدواجی زندگی اچھی ثابت نہیں ہوتی تو یہ بات تجربہ سے تعلق رکھتی ہے، اور تجربات مختلف ہوتے رہتے ہیں، اس لیے محض تجربات کی بنا پر کوئی شرعی حکم نہیں ہوتا، لہٰذا کزنز سے نکاح کرنا جائز ہے اور اگر کوئی ایسے نکاح سے مصلحتاً گریز کرے تو وہ بھی شرعاً قابلِ ملامت نہیں۔

## لڑکی/لڑکے کے بارے میں مشاورت کرنا

جس لڑکی یا لڑکے کے ساتھ اپنے بچے یا بچی کا رشتہ کرنا مطلوب ہو تو اوپر مذکور صفات کی تحقیق اور تلاش کی خاطر اس کے متعلقین سے مشورہ کرلینا چاہیے، یہ مسنون ہے، اور جس سے مشورہ طلب کیا جائے، وہ

امین ہوتا ہے، اس کے لیے بھی خیر خواہی کے ساتھ جو کچھ اسے حقیقی معلومات ہوں وہ بتا دینی چاہئیں۔

اسی طرح اگر ایک سے زیادہ رشتے سامنے ہوں تو بھی مشورہ کرلینا چاہیے۔ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اُن کے شوہر نے طلاق دی تو حضرت معاویہ اور ابوالجہم رضی اللہ عنہما نے نکاح کا پیغام بھیجا، ایک طلاق یافتہ عورت کی طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے قریشی سردار ابن سردار اور حضرت ابوالجہم رضی اللہ عنہ بیک وقت دو شخصیات نکاح کا پیغام بھیج رہے ہیں، حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا : کہ "أما مُعَاوِيةُ فصَعْلُوك"، یعنی: معاویہ انتہائی فقیر و مسکین ہیں، لہٰذا ان سے نکاح نہ کرو اور رہے ابوالجہم "فلا يضَعُ عصَاه عن عاتِكِه" تو وہ ایسی سخت طبیعت کے ہیں کہ ان کی لاٹھی ان کے کندے سے کبھی نہیں اترتی، لہٰذا ان دونوں کو چھوڑ کر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کرو۔

## "پسند کی شادی

اسلام ایک معتدل شریعت ہے اس کے تمام احکام افراط وتفریط سے پاک انسان کے فطری جذبات وخواہشات کی رعایت کے ساتھ تعدی اور حد سے تجاوز کی ممانعت کے اصول پر دائر ہیں، اس لیے جب ایک طرف انسان کو ناجائز شہوت رانی سے سختی سے منع کیا گیا تو ضروری تھا کہ فطری جذبات وخواہشات کی رعایت سے اس کا کوئی جائز اور صحیح طریقہ بھی بتلایا جاتا، اس کے علاوہ بقاء نسل کا عقلی اور شرعی تقاضا بھی یہی ہے کہ کچھ حدود کے اندر رہ کر مرد وعورت کے اختلاط کی کوئی صورت تجویز کی جائے اسی کا نام قرآن وسنت کی اصطلاح میں نکاح ہے ۔نکاح کے معاملہ میں شریعت نے مرد وعورت کو پسند اور ناپسند کا پورا اختیار دیا اور اولیاء کو جبر وسختی سے کام لینے سے منع کیا اور دوسری طرف مرد وعورت کو بھی ترغیب دی کہ وہ اولیاء کو اعتماد میں لے کر کوئی بھی قدم اٹھائیں۔

پسند کی شادی کا مطلب اگر یہ لیا جائے کہ کوئی لڑکی ایسی ہے جس کو آپ چاہتے اور محبت کرتے ہیں، اس سے بات چیت، چیٹنگ اور ملاقات کرتے ہیں تو شادی سے پہلے ایسا کرنا ناجائز ہے، اگر ہر لڑکے کو لڑکی کے انتخاب اور ہر لڑکی کو لڑکے کے انتخاب کی کھلی چھوٹ دے دی جائے تو اس سے اس قدر قبیح نتائج برآمد ہوں گے کہ ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، عموماً پسند کی شادی میں وقتی جذبات محرک بنتے ہیں، جب کہ خاندانوں اور رشتوں کی جانچ پرکھ کا تجربہ رکھنے والے والدین اور خاندان کے بزرگوں کے کرائے ہوئے رشتے زیادہ پائیدار ثابت ہوتے ہیں۔ اس لیے مسلمان بچوں اور بچیوں کو چاہیے کہ وہ اپنے ذمہ کوئی

بوجھ اٹھانے کے بجائے اپنے بڑوں پر اعتماد کریں، اُن کی رضامندی کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھائیں۔

البتہ عاقل بالغ مرد اور عورت کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ اپنی پسند اور مرضی سے نکاح کرے؛ اس لیے والدین کو چاہیے کہ وہ اولاد کی چاہت معلوم کر کے اس کا لحاظ رکھیں۔ بہر حال اگر کہیں کوئی اس قسم کی صورت میں مبتلا ہو تو وہ اس سے فی الفور رابطے ختم کرے، اور والدین کو مناسب طریقے سے اپنی چاہت بتانے کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا و استخارہ جاری رکھے، اور ’’یَا وَدُوْدُ‘‘ کثرت سے پڑھے۔

## شادی کے لیے استخارہ

احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی حاجت ہو وہ خود استخارہ کرے، دوسروں سے کروانے کی گنجائش ہے، لیکن یہ بہتر اور مسنون نہیں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو استخارہ کا طریقہ اس اہتمام سے تعلیم فرماتے تھے جیسے قرآن کریم کی سورت یا آیت۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے امور میں مشورہ تو لیتے تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ’’استخارہ‘‘ نہیں کرواتے تھے، حالاں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مقدس و برگزیدہ کوئی فردِ بشر نہیں ہوسکتا، نیز اس وقت وحی بھی نازل ہوتی تھی جس کی روشنی میں خیر و شر یقینی طور پر معلوم ہوسکتا تھا، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واسطے سے آنے والی پوری امت کی تربیت اس نہج پر فرمائی کہ ہر فردِ امت اللہ تعالیٰ سے خود تعلق قائم کرے، اور مہربان رب سے ہر شخص اپنی حاجت مانگنے کے ساتھ خود ہی خیر کا خواست گار ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے استخارہ کیا وہ کبھی ناکام و نامراد نہیں ہوا، اور جس نے (کسی سمجھ دار سے) مشورہ کیا وہ کبھی پشیمان و پچھتایا نہیں، اور جس نے خرچ میں میانہ روی اختیار کی وہ کبھی محتاج نہیں ہوا۔

**عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَمَّا انْقَضَتْ عِدَّةُ زَيْنَبَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِزَيْدٍ: اذْهَبْ فَاذْكُرْهَا عَلَيَّ- قَالَ: فَانْطَلَقَ حَتَّى أَتَاهَا، قَالَ: فَقُلْتُ: يَا زَيْنَبُ! أَبْشِرِي، أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ يَذْكُرُكِ- قَالَتْ: مَا أَنَا بِصَانِعَةٍ شَيْئًا حَتَّى أُؤَامِرَ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ، فَقَامَتْ إِلَى مَسْجِدِهَا، وَنَزَلَ- يَعْنِي الْقُرْآنَ- {فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا}**

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید رضی اللہ عنہا کو ان کے پاس بھیجا کہ جا کر انہیں میرے لیے رشتہ کا پیغام دو۔ زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں گیا اور میں نے کہا: زینب خوش ہو جاو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا: میں کچھ نہیں کرنے کی، جب تک میں اپنے رب سے مشورہ نہ کرلوں، (یہ کہہ کر) وہ اپنے مصلی پر (صلاۃ استخارہ پڑھنے) کھڑی ہوگئیں، (ادھر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ان سے آسمان پر ہی کر دیا)، اور قرآن نازل ہوگیا: {فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا}۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس قصہ سے اندازہ کرلیا جائے کہ پیغام جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آرہا ہے لیکن اس کے باوجود استخارہ کا عمل نہیں چھوڑا، باوجودیکہ اس رشتہ میں خیر ہی خیر بالیقین تھی۔

اسی کی برکت ہوسکتی ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فخر سے فرمایا کرتی تھیں کہ میرا نکاح تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر کیا ہے۔

☆☆☆......☆☆......☆☆☆

## تکبر کا انجام:

اللہ تعالیٰ نے سورۂ کہف میں ایسے شخص کی مثال بیان کی ہے جس کو انگور کے دو ایسے باغات دیئے تھے جن کے چاروں طرف کھجور کے درخت، بیچ میں لہلہاتی کھیتیاں اور بہتی ہوئی نہریں تھیں، دونوں باغ خوب پھل دیتے تھے، تو اس شخص میں تکبر پیدا ہوگیا، اور کہنے لگا کہ یہ باغات کبھی ختم نہیں ہوں گے، اور نہ ہی قیامت آئے گی، اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی، تو اللہ تعالیٰ نے آسمانی آفت کے ذریعہ باغ کو تباہ و برباد کر دیا، اور وہ بے بس ہو کر ہاتھ ملتا رہ گیا۔ (سورہ کہف ۳۳ : تا ۴۲)

# رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے برگزیدہ صحابہ کی پاکیزہ زندگی کے تابندہ نقوش

تیسری قسط

## (صفحات مشرقة من حياة الرسول وصحابته الأبرار)

لمحمد علي الصلابي

ترجمہ مع اضافات : مولانا محمد حیان بیگ استاذ شعبۂ تفسیر مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور

## رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزولِ وحی کا آغاز

جب آپ علیہ السلام جواں سال ہوئے، اور آپ نے دیکھا کہ لوگ بہرے، گونگے، اندھے پتھروں کی عبادت میں مبتلا ہے، جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں، نہ نقصان، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی قوم کی اس نادانی اور گمراہی سے طبعی نفرت ہوگئی، اور آپ نے خلوت نشینی اختیار کرلی؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حراء جانے لگے، یہ وہ غار ہے جو مکہ کے مشرقی جانب واقع "جبلِ نور" میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے اور خداوندِ قدوس کی اس طریقہ سے عبادت کرتے جیسے ان کے قلبِ مبارک میں خدا کی طرف سے الہام کیا گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی دن غار میں ٹھہرتے، پھر واپس گھر تشریف لے آتے، کئی سالوں تک آپ کا یہی معمول رہا، گویا خدا تعالی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت، وحی، رسالت جیسے عظیم منصب کے لیے تیار فرمارہے تھے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس برس کے ہوگئے، تو ایک روز معمول کے مطابق غارِ حراء تشریف لے گئے، اور عبادت میں مصروف ہوگئے، اسی دوران حضرت جبریلؑ انسانی شکل میں تشریف لائے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینہ سے چمٹایا، اور کہا کہ: اقرأ (پڑھو)، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ: میں پڑھ نہیں سکتا، میں پڑھ بھی کیسے سکتا ہوں؟ جب کہ میں نہ پڑھنا جانتا ہوں، نہ لکھنا، تین مرتبہ ایسا ہی ہوا، تو فرشتہ نے عرض کیا: اقرأ باسم ربک الذي خلق، خلق الإنسان من علق، اقرأ وربک الأکرم، الذي علّم بالقلم، علّم الإنسانَ مالم یعلم۔ (سورۃ العلق)

پڑھو اپنے پروردگار کا نام لے کر جس نے سب کچھ پیدا کیا، اس نے انسان کو جمے ہوئے

خون سے پیدا کیا ہے، پڑھو اور تمہارا پروردگار سب سے زیادہ کریم ہے، جس نے قلم سے تعلیم دی، انسان کو اُس بات کی تعلیم دی جو وہ نہیں جانتا تھا۔

## چالیس سال کی تکمیل پر بعثت کا آغاز

یہ واقعۂ مذکورہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی کا آغاز تھا، اور ان آیاتِ بینات کے ذریعہ جو جمال وجلال کا حسین عکس تھیں پہلی مرتبہ آسمان کا زمین سے رشتہ قائم ہوا، جس میں صراحتاً علم حاصل کرنے اور پڑھنے، لکھنے کی دعوت دی گئی۔

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ: قرآن کریم میں سب سے پہلے یہ آیاتِ مبارکہ نازل ہوئیں، اور درحقیقت یہ خدا کی طرف سے اپنے بندوں پر رحمت اور انعام تھا، جس میں خبر دی گئی کہ انسان کی تخلیق کی ابتدا خونِ بستہ سے ہوئی، پھر اللہ تبارک وتعالی نے بنو آدم کو وہ باتیں سکھلائیں جس سے وہ ناواقف تھا، اور اسے علم وآگہی کے زیور سے آراستہ کیا، اور یہی وہ امتیاز ہے جو صرف اور صرف انسان کو حاصل ہے، فرشتوں کو بھی حاصل نہیں۔

ہماری اس بات کی تائید صحیحین کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

> اول اوحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کوئی خواب دیکھتے تو وہ صبحِ روشن کی طرح صحیح اور سچا ثابت ہوتا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہنا پسند فرمانے لگے، غارِ حرا میں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی راتوں تک عبادت الٰہی میں مشغول رہتے، پھر جب گھر واپس تشریف لاتے تو آئندہ دوبارہ وہیں جانے کے لیے تیاری کرتے، پھر اچانک جب آپ غارِ حرا میں تھے ایک روز غیر متوقع طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی، چنانچہ حضرت جبریلؑ تشریف لائے اور حضور کو سینہ سے لگایا، اور فرمایا: ''اقرأ''، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پڑھنا نہیں جانتا۔۔۔الخ (أخرجه البخاری فی مواضع متعددة)

## غارِ حرا سے واپسی

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا سے کپکپاتے ہوئے واپس تشریف لائے، آپ کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں یہ سب جنات کا اثر تو نہیں تھا! جب گھر پہنچے تو آپ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا: مجھے جلدی سے چادر اڑھاؤ! مجھے اپنی جان کا ڈر ہے؛ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا واقعہ حضرت خدیجہؓ کو بتایا، تو

حضرتِ خدیجہ نے عرض کیا کہ:

خدا کی قسم، ایسا کبھی نہیں ہوسکتا، اللہ عزّ وجلّ کبھی آپ کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، ہمیشہ سچ بولتے ہیں (وعدہ پورا کرتے ہیں) ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اور حق بات کی وجہ سے پیش آنے والی مصیبتوں پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں؛

پھر حضرتِ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئیں، اور ان سے کہا کہ:

بھائی! اپنے بھتیجے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات سنو! تو ورقہ نے دریافت کیا کہ: بھتیجے! تمہیں کیا دکھائی دیتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا واقعہ انہیں بتایا، تو ورقہ کہنے لگے کہ: خدا کی قسم یہ تو وہی ناموسِ رسالت (وحی) جو موسیٰ پر نازل کی گئی، کاش کہ میں اس وقت جوان ہوتا، اور زندہ رہتا جب تمہاری قوم تمہیں نکال دے گی! حضور نے دریافت فرمایا کہ: کیا میری قوم مجھے مکہ سے نکال دے گی، حالانکہ ان کی نگاہوں میں میری بڑی عزت ہے؟ تو ورقہ بولے: جی ہاں، جب بھی کوئی وہ پیغام لے کر آیا جسے لے کر آپ آئے تو اس سے دشمنی کی گئی، اور اگر میں نے تمہارے وہ دن پالیے تو میں تمہاری بھرپور مدد کروں گا۔ (بخاری شریف رقم ۶۹۸۲)

## رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے دعوت وتبلیغ کا آغاز

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ طور پر دعوت وتبلیغ کے مشن کا آغاز فرمادیا، اور جب خدا تعالی کا یہ فرمان نازل ہوا ”وأنذر عشيرتك الأقربين۔ (الشعراء ۲۱۴) اے پیغمبر! اپنے قریب کے رشتہ داروں کو خبردار کرو۔ تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے علی الاعلان دعوت وتبلیغ کا بیڑا اٹھالیا، اور خدا کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے قریش کے تمام قبائل کو اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دی، اور انہیں بتایا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، جن کو خدا تعالی نے دینِ اسلام کی نشر واشاعت کے واسطے مبعوث فرمایا ہے۔

امام بخاریؒ نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

جب یہ آیتِ کریمہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی (وأنذر عشيرتك الأقربين) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر چڑھ گئے، اور پکارنے لگے: اے بنی فہر! اے بنی عدی! (اس طرح تقریبًا قریش کے تمام قبائل کو آواز لگائی) اس آواز پر جب سب جمع ہوگئے تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ بتاؤ کہ اگر میں یہ کہوں کہ: وادی میں (پہاڑی کے

پیچھے) ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے، تو کیا تم میری بات سچ مانو گے؟ سب بیک زبان بولے: بالکل، کیوں نہیں! ہم نے آپ کو ہمیشہ سچ بولتے ہی دیکھا ہے؛ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ : میں تمہیں اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو بالکل سامنے ہے؛ اس پر سب لوگ تو خاموش رہے، مگر ابولہب بولا: تمہارا ناس ہو! (نعوذ باللہ من ذلک) کیا تم نے ہمیں اسی لیے جمع کیا ہے کہ تم ہمیں یہ بتاؤ کہ: تم کہ اللہ کے رسول ہو؟ اسی واقعہ پر یہ قرآن کی یہ آیات نازل ہوئی (تبت یدا ابی لھب و تب، ما اغنی عنه ماله و ما کسب، سیصلی ناراً ذات لھب۔۔۔)

امام مسلمؒ حضرتِ ابوہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ:

جب سورۂ شعراء کی یہ آیت نازل ہوئی (وأنذر عشيرتك الأقربين) تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام قریش کو (عام وخاص ہر دو کو) بلایا، اور ارشاد فرمایا کہ: اے قریش! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچالو! اے بنی کعب! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ! اے بنی ہاشم! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ! اے بنی عبد المطلب! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ! اے فاطمہ بنتِ محمد! تم بھی اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ!؛ خدا کی قسم! مجھے تمہارے لیے خدا کی طرف سے کوئی اختیار نہیں (یعنی: اگر تم ایمان نہ لائے اور میری بات کی تم نے تصدیق نہیں کی تو میں تمہیں اللہ کی پکڑ سے نہیں بچاسکتا) ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ تمہارا مجھ سے رشتہ ہے، اسے میں اسی طرح جوڑنے کی کوشش کروں گا جیسے اسے جوڑنے کا حق ہے۔ (مسلم شریف رقم ۲۰۴)

یعنی میں اسے جوڑنے کی پوری کوشش کروں گا اگر تم ایمان لے آؤ، تاکہ میں تمہیں اللہ تعالی کے عذاب سے بچاسکوں۔ (باقی آئندہ)

## والدین کے مرنے کے بعد

ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا : مرنے کے بعد میت کا درجہ اونچا کر دیا جاتا ہے تو مرنے والا پوچھتا ہے اے پروردگار یہ کیا چیز ہے؟ اس کو جواب دیا جاتا ہے کہ تیرے لڑکے نے تیرے لیے مغفرت کی دعا کی ہے۔

اصلاحِ معاشرہ

# اسمارٹ فون، ویڈیو گیم کے نقصانات

حضرت شاہ فیروز عبداللہ میمن صاحب

## کارٹون دیکھنا ناجائز وحرام ہے:

جب کوئی خط میں مجھ سے پوچھتا ہے کہ ہم ویڈیو گیم کھیل سکتے ہیں یا کارٹون دیکھ سکتے ہیں؟ تو میں ان سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے کیا بننا ہے؟ ان کا جواب آتا ہے کہ ہمیں اللہ والا بننا ہے، کیا ان حالات میں ہمارے بچے اللہ والے بنیں گے؟ کیا پہلے جو بچے دین پر چلتے تھے، وہ ان چیزوں میں مشغول ہوتے تھے؟ پھر میں ان پوچھتا ہوں کہ آپ نے کسی اللہ والے کو گیم کھیلتے ہوئے دیکھا ہے؟ کیا کبھی دیکھا کہ مریدین شیخ کے انتظار میں ہوں اور وہ کہے کہ مجھے ابھی بیس ہزار پورا کرنے دو، پھر مجلس ہوگی، کارٹون کے بارے میں تو مفتی صاحبان سے دارالعلوم دیوبند کا فتوی میرے پاس موجود ہے لیکن پھر بھی بعض لوگ اپنی اولاد کو کہتے ہیں، کہ بیٹا! کارٹون دیکھتے رہو، مجھے تنگ مت کرنا۔

## کارٹون اور ویڈیو گیم کے صحت پر مضر اثرات:

ہمیں اللہ نے اس لئے تو نہیں پیدا کیا کہ ہم کارٹون اور ویڈیو گیم میں لگے رہے ہیں، آپ یہود و نصاریٰ کی ریسرچ دیکھ لیں کہ کارٹون اور ویڈیو گیم والے بچوں کی صحت کے بارے میں کیا لکھا ہے؟ ان کے دماغ کا اور بینائی کا کیا حال ہے؟ ان کا وزن کیوں بڑھ رہا ہے، کھانا کیوں ہضم نہیں ہوتا؟ ان کا جسم پھول تو رہا ہے، مگر کمزور کیوں ہیں؟ ان کی یادداشت کیوں متاثر ہورہی ہے؟ جوانی میں ہارٹ اٹیک، برین ہیمریج، جوڑوں کا درد، بلڈ پریشر کیوں ہورہا ہے؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ فلم، کارٹون، ویڈیو گیم میں لڑائی دیکھ رہے ہیں، لڑائی اور جوش والے گیم کی وجہ سے بلڈ سرکولیشن بڑھ جاتی ہے، دل کی دھڑکن تیز ہوجاتی ہے، دل و دماغ پر دباؤ آتا ہے، ویڈیو گیم، کارٹون وغیرہ کی وجہ سے ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے ہمارے بچوں کی نقل وحرکت اور ورزش نہیں ہوتی اور ان کی جسمانی نشوونما شدید متاثر ہوتی ہے، پہلے بچے فٹ بال

کھیلتے تھے، دوڑ لگاتے تھے، جس سے ان کی صحت اچھی رہتی تھی، اب تو بچے اور جوان سب مرجھائے پھول لگتے ہیں، بعض بچے کھانا نہیں کھاتے تو مائیں کارٹون دکھا کر کھانا کھلاتی ہیں، جس کی وجہ سے پھر وہ کارٹون کے عادی بن کر کارٹون دیکھے بغیر کھانا نہیں کھاتے، اس کے علاوہ ضدی بن جاتے ہیں، اس لئے ہرگز ان کی یہ ضد پوری نہ کریں، چند دن تک تنگ کریں گے لیکن پھر یہ عادت چھوٹ جائے گی، جس چیز سے شریعت نے منع کیا ہے، ہمارے فائدے کے لئے ہی منع کیا ہے۔

## اسمارٹ فون، ایک مہلک نشہ:

اب تو ڈاکٹر بھی کہہ رہے ہیں کہ دورِ جدید کی چیزیں اسمارٹ فون، ٹیبلیٹ وغیرہ ہمارے بچوں کو اپنی لت کا شکار کررہی ہیں اور یہ دماغ کو ایسے ہی متاثر کررہی ہیں جیسے افیون یا کوئی اور نشہ آور شی کرتی ہے، ماہرین کا کہنا ہے کہ نشے کے شکار افراد کو علاج کی خاطر جس طرح نشے سے دور رکھا جاتا ہے، اسی طرح ایسے افراد اور بچوں کی زندگی سے بھی اسمارٹ فون، کمپیوٹر، ٹی وی کو دور کردیا جائے، اب ڈاکٹروں کی بات سن کر تو چھوڑ دو، حالانکہ ہمارے لئے قرآن وحدیث ہی کافی ہے، جس میں سب بتا دیا گیا ہے کہ گناہوں میں چین نہیں۔

## ڈراؤنی فلموں اور سنسنی خیز گیم کے نقصانات:

آج کل بچے اکثر ڈر جاتے ہیں، رات کو روتے ہیں کبھی ان کو کچھ نظر آتا ہے کبھی کچھ، اگر غور کریں تو وجہ یہ نکلے گی، کہ ہم نے رحمت اور حفاظت کے فرشتے خود بھگا دئے ہیں، ویڈیو گیم کارٹون میں لگا دیا، ان کو ہر چیز تصویر والی لا کردی، بت نما کھلونے لائے، ان میں موسیقی بجتی ہے، ان سب چیزوں کے پاس تو سرکش شاطین ہی جمع ہوتے ہیں جو بچوں کو تنگ ہی کرتے ہیں، ڈراؤنی فلمیں، سنسنی خیز گیم، گندے مناظر، چڑیل اور جن وغیرہ کے ڈرامے دیکھتے ہیں، دیر تک جاگنے کی وجہ سے نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں ڈراؤنے مناظر بچوں اور خواتین کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں، کیونکہ ان کے اعصاب پہلے ہی کمزور ہوتے ہیں، ڈراؤنے مناظر ان کے دماغ پر سوار ہو جاتے ہیں۔

## والدین سے بدتمیزی کا سبب:

آج کل والدین سے بدتمیزی عروج پر ہے کیونکہ جو Output ہوگا وہی تو Input ہوگا، جب والدین دکان سے سودا لانے کا کہتے ہیں تو بیٹا ہاتھ ہلا کر کہتا ہے میں نہیں لاتا، کیونکہ اس کو ویڈیو گیم میں اسکور بڑھانا ہے،

بچوں کا ضد کرنا، رونا، برتن توڑنا تو بہت عام ہوتا جارہا ہے، جب بچے یہ حرکتیں کرتے ہیں تو نادان والدین کہتے کہ بیٹا! برتن مت توڑو، تم ویڈیو گیم ہی کھیل لو، اب بچہ ویڈیو گیم کھیل کھیل کر شیر ہو گیا، دن بہ دن ضد اور بدتمیزی کر کے پکا ہو گیا، اس کی کس نے مدد کی؟ ماں باپ نے ہی تو مدد کی، ان بدتمیزیوں پر والدین دکھی تو ہوتے ہیں کہ بچے برباد ہو رہے ہیں مگر گھر سے یہ خرافات نہیں نکالتے، کیونکہ ان چیزوں کو برا نہیں سمجھتے، پھر کہتے ہیں کہ کوئی تعویذ دے دیں، اولاد نافرمان ہو گئی ہے، ساری رات جاگتی ہے، سارا دن سوتی ہے، ہم پر ہاتھ اٹھاتی ہے۔

میں کہتا ہوں بھائی! سب سے بڑا وظیفہ سب سے بڑا تعویذ گناہ نہ کرنا ہے، گھر میں ٹی وی لگا یا ہوا ہے، نیٹ اور گیم کی خرافات اور کارٹون چل رہے ہیں، تعویذوں، وظیفوں میں اثر کیسے آئے گا؟ وظیفوں سے رحمت کا ٹرک کیسے آئے گا جب کہ گناہوں سے خدا کے غضب کا ٹرک سامنے آ گیا، اور جگہ نہیں دے رہا ہے، بس اسی کشمکش میں ہماری زندگی گذر رہی ہے، ایسے ایسے واقعات خط اور ای میل سے معلوم ہوتے ہیں کہ سات آٹھ برس کے بچوں کے پاس موبائل ہیں، والدین رو رہے ہیں کہ ہمارا بیٹا گناہوں میں مبتلا ہو گیا ہے، اس عمر میں ہی گندی فلمیں دیکھ رہا ہے آگے کیا کرے گا، اس کی جوانی کیسے سلامت رہے گی؟ اگر موبائل چھینتے ہیں تو مارتا ہے، کچھ عرصہ پہلے ایک صاحب نے بتایا کہ بیٹے کو منع کیا کہ موبائل کی گندگیوں میں مت جاؤ تو نو سال کے بیٹے نے جوتا اٹھا کر باپ کو مار دیا، میرے بھائی! اس کو یہ موبائل لا کر کس نے دیا؟ آپ نے خود ہی تو اپنی اولاد کو اس عذاب میں دھکا دیا، جب اولاد کی ناجائز بات مان کر اللہ تعالی کی نافرمانی کریں گے، تو کل یہی اولاد ہمارے اوپر شیر ہو جائے گی، ہماری نافرمانی کرے گی، خود بھی گناہوں سے بچنا ہے اور اولاد کو بھی بچانا ہے۔

## اولاد کی ہر خواہش پوری کرنے کا نقصان:

آج والدین کا یہ مزاج بن گیا ہے کہ اولاد کی ہر جائز ناجائز خواہش پوری کرنی ہے، پھر یہ امید بھی کرتے ہیں کہ ہماری اولاد نیک بنے، والدین کی فرمانبردار بنے، اللہ والی بنے حافظ قرآن بنے، خاندان کے افراد کو جنت میں لے جانے والی بنے اور ساتھ ہی ویڈیو گیم اور کارٹون کی صورت میں بارود اور پٹرول بھی دیتے ہیں تا کہ آگ بھی لگاتی رہے، اولاد کو دینی ماحول دینا ضروری ہے، اس لئے جو والدین اپنی اولاد کو گناہ کی لائن پر لگاتے ہیں، اگر توبہ نہ کی تو آخرت میں پکڑ کا خطرہ ہے، یہ بہت بڑا گناہ ہے، کہ انسان جن لوگوں کا ذمہ دار ہو، ان کی تربیت نہ کر کے ضائع کرے، یہ بھی ضائع کرنا ہے کہ بچوں کو یوں ہی چھوڑ دیا کہ

ان کے عقائد واخلاق برباد ہوجائیں، تربیت اولاد کے لے جن چیزوں کا جاننا ضروری ہے، ان کو سیکھنا چاہئے، اہل اللہ اور مفتیان کرام سے مشورہ کریں، اس میں کوتاہی کرنا قیامت کی باز پرس سے نہیں بچا سکتا۔

## اولاد کو موبائل وکمپیوٹر دینے کا نقصان:

بعض بچے والدین سے موبائل یا کمپیوٹر صرف کارٹون دیکھنے یا ویڈیو گیم کھیلنے یا اسٹڈی کے لئے لیتے ہیں، پھر چھپ کر اسمیں گندی فلمیں دیکھتے ہیں، والدین خوش ہوتے ہیں کہ چلو بچے مصروف ہیں، ہمیں تنگ نہیں کرتے لیکن دوسری طرف اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں، بعض والدین کے ہمارے پاس خطوط آتے ہیں کہ بچے بہت ستاتے ہیں، ویڈیو گیم، کارٹون کی اجازت دیدیں، ہم ان کو سمجھاتے ہیں کہ صبر کریں، اچھے اخلاق رکھیں، ان کو محبت دیں، شیطان چاہتا ہے کہ آپ کے گھر میں گناہ کی چیزیں آجائیں، جن گھروں میں بچے ان خرافات میں مصروف ہیں، وہ تو شیطان کے ساتھ مصروف ہیں، وہ کیا تنگ کریں گے، لیکن یہ بھی دیکھیں ان کی اولاد ان چیزوں سے کیا سیکھ رہی ہے؟ کیسے کیسے واقعات آئے دن سننے میں آتے ہیں، پھر آپ اپنی اولاد کو کیوں برباد کرنا چاہتے ہیں؟۔

## پلک جھپکنے میں نفس کی بدمعاشی:

ایک اللہ والے سے کسی نے کہا کہ اسمارٹ فون کیوں نہیں استعمال کرتے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ ایسا سمندر ہے جس میں تیرنا مجھے نہیں آتا، پھر اس میں بڑے بڑے مگر مچھ ہیں جن سے بچنا ناممکن ہے، ایسا نہ ڈوب جاؤں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **و لا تکلنی إلی نفسی طرفة عین**، اے اللہ مجھے پلک جھپکنے کے برابر بھی میرے نفس کے حوالے نہ فرما، اس دعا کا مفہوم اس زمانے میں آسانی سے سمجھ میں آتا ہے کہ والدین خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا بیٹا رات دیر تک کمپیوٹر پر فزکس، کیمسٹری کی اسٹڈی کرتا ہے حالانکہ وہ تو فلمیں دیکھ رہا ہے، جیسے ہی کسی کو آتے دیکھتا ہے تو ایک بٹن دبانے سے کیمسٹری کی کتاب اسکرین پر آگئی، ذرا اندازہ کیجئے کہ پلک جھپکنے کی دیر میں نفس نے دھوکا دیا؟

## بچوں کے تعلیمی انحطاط کا سبب:

ایک شہر سے فون آیا کہ ہمارے مدرسے میں آکر بیان کریں، ہم وہاں گئے، ارادہ تھا کہ پندرہ منٹ کچھ دین کی بات کریں گے لیکن ایک گھنٹہ کا بیان ہوا، وجہ یہ ہوئی کہ وہاں کے مہتمم صاحب نے بتایا کہ

ہمارے مدرسے کا نتیجہ دن بدن گرتا جارہا ہے، بچے گھر جاکر ویڈیوگیم، کارٹون اور فلموں میں لگ جاتے ہیں، اچھی بات ہے کہ مالداروں کے بچے بھی حفظ کررہے ہیں لیکن ان کو اسمارٹ فون، ٹی وی، لیپ ٹاپ سب کچھ دیا ہوا ہے جس سے بچے تباہ ہورہے ہیں۔

## کارٹون بینی، ویڈیو گیم، کفار کی سازش:

مفتی محمد شہزاد شیخ نے ایک کتاب ''کارٹون بینی، ویڈیوگیم اور مسلمان بچے''لکھی ہے، بہت اہم کتاب ہے، بہت مقبول ہے، ایک دن میں چھ سو کاپیاں فروخت ہوئی ہیں، اس میں قرآن وحدیث سے دلائل دیئے ہیں کہ کارٹون حرام ہے، پھر بتایا ہے کہ ہندوؤں کا بھگوان کرشنا اور ہنومان یہ کارٹون کے ذریعہ مسلمان بچوں کے ہیرو بنے ہوئے ہیں، ایسی واہیات کارٹون دیکھ کر ہمارے بچے آپس میں کھیلتے ہیں کہ میں کرشنا ہوں، ایک کہتا ہے کہ ہنومان ہوں، مفتی صاحب نے اس کتاب میں چھ مختلف انداز کے کارٹون اس طرح چھاپے ہیں کہ ان کی تصویر سے چہرے مٹادیئے ہیں، وہ چھ کارٹون سور کے ہیں، اس کے علاوہ بتایا ہے کہ پاکستان میں بچوں کے جومیٹری باکس، بستوں، شرٹوں اور ان کے جوتوں پر یہ سور بنے ہوئے ہیں، بعض کارٹونوں میں شیر اور بندر وغیرہ کے ساتھ سور بھی شریک ہوتا ہے، بچوں کو سور والے کارٹون دکھاتے ہیں اب بچے کو کیا معلوم کہ اس کارٹون میں جو ہیرو ہے وہ حرام جانور سور ہے، رفتہ رفتہ وہ ایسے ناپاک اور حرام جانور سے مانوس ہورہے ہیں، اس پر بھی ہم سے کہا جاتا ہے کہ بچوں کو کارٹون دیکھنے سے کیوں منع کرتے ہو؟

## ایمان کو خطرے میں ڈالنے والے ویڈیو گیم:

اب ذرا دل تھام لیجئے! ایسے ویڈیوگیم بھی ہیں جن میں بیت اللہ کی تصویر پر، روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر پر، ملتزم کی تصویر پر نعوذ باللہ! فائرنگ کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے، بعض میں اللہ تعالیٰ کا نام الٹا لکھا ہوا ہے، کہیں آیات غلط لکھی ہوئی ہیں اور اس پر نعوذ باللہ! فائرنگ کی جارہی ہے ایک گیم تو ایسا ہے کہ اس میں ایک مسجد سے داڑھی والے نمازی باہر آرہے ہیں جن کو دہشت گرد دکھا کر ویڈیو گیم کھیلنے والا فائرنگ کرتا ہے، بعض گیم ایسے ہیں جس میں بت کو سجدہ کرنا پڑتا ہے، نیز ہندوؤں نے اپنے باطل خدا کرشنا، ہنومان وغیرہ کو کارٹون کی شکل میں پیش کیا ہے، بچوں کے بیگ، مگ وغیرہ پر ان کی تصویر ہوتی ہے، جس سے بچوں کو ان سے محبت ہوجاتی ہے، اسی طرح سور کے مختلف کارٹون بچوں کے آئیڈیل بنے

ہوئے ہیں، کفار نے یہ محنت اس لئے کی تا کہ مسلمان بچوں کے دلوں سے ان چیزوں کی نفرت ختم ہوجائے ،سور کی شکل والے یہ کھلونے، کتابیں کون چھاپ رہا ہے؟ ہم مسلمان چھاپ رہے ہیں، اللہ سے ڈرنا چاہئے، گناہ میں تعاون خطرناک ہے،اس کاروبار کے بارے میں مفتیانِ کرام سے معلوم کریں۔

## بچوں کی ماردھاڑ کا اہم سبب:

پھر مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ ’’ٹام اینڈ جیری‘‘ کارٹون کی وجہ سے بچے گھر کی چیزوں کو پھینک رہے ہیں،ایک دوسرے کو مار رہے ہیں، کارٹون میں جو دیکھ رہے ہیں وہی ان کے دماغ میں بھر رہا ہے، جیسا اس کارٹون میں شرارتیں دکھائی جاتی ہیں، ویسا ہی گھر میں کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اسی طرح ’’سپر مین‘‘ کارٹون کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ بغیر سہارے دیوار پر چڑھ جاتا ہے اور بچے اس کی نقل کرتے ہیں، گرتے ہیں، ٹانگ ٹوٹ جاتی ہے، یہ بھی بتایا ہے کہ کارٹون ’’ٹام اینڈ جیری‘‘ اور ’’سپر مین‘‘ پر ۱۹۷۰ء میں بعض ملکوں نے پابندی لگادی کہ ہمارے بچے برباد ہورہے ہیں، ان چیزوں کو ہم گناہ ہی نہیں سمجھتے، دکھ تو اس بات پر ہوتا ہے کہ ہم میں جو دیندار ہیں اور بچوں کو دیندار بنانا چاہتے ہیں، مگر اپنے بچوں کو سور کی شکل والے کارٹون کا لباس پہناتے ہیں، چڈیاں اور نیکر پہناتے ہیں۔

## فحش ویڈیو گیم اور فحش کارٹون:

پھر آج کل تو فلمیں ہی فحش نہیں ہیں، کارٹون اور ویڈیو گیم تک گندے آگئے ہیں، جن میں لباس فحش ہوتا ہے، اسمیں نازیبا حرکات ہوتی ہیں، جن سے بچوں کی حیا کا جنازہ نکل رہا ہے، والدین کہتے ہیں کہ یہ تو کارٹون ہے، اس میں کیا حرج ہے؟ لیکن اس کا بھی بچے کے دماغ پر اثر پڑتا ہے، ان میں غلط خواہش پیدا ہوتی ہے، کئی تو قبل از وقت بالغ ہوگئے، پھر جوانی میں شادی کے قابل نہیں رہے، یہ سب حقائق ہیں، ایسے نوجوان اس شعر کا مصداق ہوتے ہیں۔

طفلی گئی علامتِ پیری ہوئی عیاں
ہم منتظر ہی رہ گئے عہد شباب کے

بچہ اگر بیمار ہوجاتا ہے تو صحت کے لئے خوب خرچہ کریں گے لیکن اسمارٹ فون، کارٹون، ویدیو گیم گھر سے ختم نہیں کریں گے جب کہ جس گھر میں تصویر یا کتا ہو، اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے،

پھر رب کی رحمت کیسے آئے گی؟

## بچوں کو جائز نعمتیں نہ دینے کا نقصان:

میرے شیخ حضرت والاؒ فرماتے تھے کہ گھر والوں کو حلال اتنا دو کہ حرام کی طرف ان کا ذہن ہی نہ جائے، پھر فرمایا کہ بعض ناسمجھ حرام سے تو بچاتے ہیں مگر حلال بھی نہیں دیتے کہ یہ مت کھاؤ، یہ کپڑا مت پہنو، جائز جگہ سیر بھی نہیں کرواتے، عصر سے مغرب کھیل کا وقت ہے، اس میں بھی نہیں کھیلنے دیتے، اور اگر غلطی ہوجائے تو پٹائی کر کے انکو دین سے دور کردیتے ہیں، چونکہ سر پہ کسی مربی کا سایہ نہیں ہوتا، کسی اللہ والے سے مشورہ نہیں کرتے کہ اولاد کی تربیت کیسے کرنی ہے، اولاد کو بیجا سختی سے برباد کردیتے ہیں۔

## دورانِ گفتگو، سلام ومصافحہ

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ دو اشخاص جب مصروفِ گفتگو ہوں تو آ کر بیچ میں مصافحہ کرنے لگتے ہیں، حضرت تھانوی قدس سرہ کو یہ بات سخت ناپسند تھی، آپ فرماتے تھے کہ اگر دو افراد مصروفِ گفتگو ہوں تو آنے والے شخص کو چپکے سے آ کر بیٹھ جانا چاہیے، یہ نہیں ہونا چاہیے کہ بیچ میں آ کر سلام کر کے لٹھ سا مار دے اور مصافحہ کرنے لگے، یہ بڑی سخت بدتمیزی ہے اور ایذا کا موجب ہے۔ (حسن العزیز، ۲۲۲)

ایک مرتبہ مغرب کی نماز کے بعد ایک صاحب سے حضرت تخلیہ کی گفتگو فرمارہے تھے، ایک صاحب پاس آ کر بیٹھ گئے اور کچھ کہنا چاہا، حضرت نے فرمایا کہ جہاں دو آدمی بیٹھے تخلیہ کی باتیں کررہے ہوں، وہاں بلا اجازت آ کر بیٹھنا شرعاً گناہ ہے، یہ سن کر وہ سلام کر کے چلے گئے۔ فرمایا:

یہ لیجیے، کہا یہ تھا کہ اس طرح آ کر بیٹھنا گناہ ہے، بس سلام کر کے اٹھ کر چلے گئے، یہ نہ ہوا کہ ان کے فارغ ہونے کے بعد مل لیتے، اب مجھے بد اخلاق کہتے ہوں گے، حکم شرعی سے بھی اطلاع نہ کرتا، ایسی خوش اخلاقی تو نہیں کرسکتا۔

تبرکاتِ اکابر

# ملفوظات

## از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ

مرتب: مولانا مفتی شعیب احمد بستوی

معین مفتی دارالافتاء مظاہر علوم سہارنپور

**فرمایا**: آج کل یہ مرض عوام اور خواص سب میں نظر آتا ہے کہ دوسروں کی تو اصلاح کی فکر ہے، اپنی فکر نہیں، اگر ہر شخص اپنی اصلاح کی فکر میں لگ جائے تو بہت جلد اصلاح ہو جائے۔

**فرمایا**: آج کل بہت سے لوگوں کو امامت کا شوق ہے لیکن وہ امامت کے اہل نہیں، لمبے لمبے رکوع وسجدے اور لمبے (طویل) خطبے پڑھنا باعث فخر سمجھتے ہیں، جبکہ ہمارے حضرات بہت مختصر خطبہ پڑھتے تھے حضرت مولانا گنگوہی (مولانا رشید احمد) اکثر حضرت شہیدؒ کا خطبہ پڑھا کرتے تھے وہ بہت مختصر اور جامع ہے مگر اسمیں سے بھی ایک حصہ حذف کر دیتے تھے۔

**فرمایا**: میں یہ بات اہل علم کے لئے بیان کرتا ہوں کہ مختلف شقوں کا حکم ایک دم سائل کو نہیں بتلانا چاہئے، کہ اگر یوں ہے تو یہ حکم ہے اور یوں ہے تو یہ حکم ہے، تشقیقات کے ساتھ جواب نہیں دینا چاہئے، کیونکہ بعض اوقات سائل کو اسمیں خلط ہو جاتا ہے، بلکہ اول واقعہ کی تحقیق کر لینا چاہئے جب ایک شق کی تعیین ہو جائے تب اس کا حکم بتا دیا جائے۔

ایک مولوی صاحب سے فرمایا: کہ علماء نے اپنے علم کی قدر نہیں کی اور اسی وجہ سے کتابیں سمجھ کر پڑھنا چھوڑ دیں ورنہ ان ہی کتابوں میں سب کچھ ہے اگر ان کتابوں سے کام لیں تو آج کل کے بڑے بڑے تعلیم یافتہ ڈگری یافتہ، ولایت کے سند یافتہ ان کے سامنے گرد ہیں۔

**فرمایا**: میں امراء سے تعلق کو منع نہیں کرتا مگر تملق (چاپلوسی) کو منع کرتا ہوں، علماء کو خصوصیت کی ساتھ، اس سے اجتناب کی ضرورت ہے، اور یہ اِس وجہ سے کہ دین اور اہل دین کی تحقیر نہ ہو۔

**فرمایا**: مولویوں کے غریب ہونے سے بھی دل دکھتا ہے مگر خیر اسی میں ہے کہ مولوی غریب ہی

رہیں، جو امیر مولوی ہیں وہ دین کا ذرا سا بھی کام نہیں کرتے، خالی پڑے رہتے ہیں کچھ بھی نہیں کرتے، اسلئے ان کا غریب رہنا ہی مصلحت ہے۔

**فرمایا**: بعض لوگ صوفیاء پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ امر بالمعروف نہیں کرتے، بیشک یہ حضرات قولاً تو امر بالمعروف زیادہ نہیں کرتے مگر عملاً کرتے ہیں، ان کا عمل بالمعروف (نیکی کا حکم دینا) اور نہی عن المنکر (برائیوں سے روکنا) زیادہ تر عملاً ہوتا ہے قولاً کم ہوتا ہے، دراصل یہ لوگ حکیم ہوتے ہیں نبض کو پہچانتے ہیں، ہر شخص کی استعداد کے مناسب معاملہ کرتے ہیں۔

**فرمایا**: کہ بڑی چیز عمل ہے، اور علم اس کا مقدمہ ہے اسلئے علم پر ناز بالکل بھی نہ کرنا چاہئے، حضرت جنید بغدادیؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا دریافت کیا کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا کہ تمام معارف علوم اور تحقیقات کچھ کام نہ آئے، صرف تہجد کی مختصر نفلیں کام آئیں، تو دیکھئے عمل ہی کام آیا، گویہ علوم بھی غیر مفید نہیں، کام کی چیز ہے، اور مقصود کام میں لگا رہنا ہے جو کرلے گا، وہ کارآمد ہے اور باقی زبانی خرچ۔

محض تحقیقات جو بلا عمل ہوں اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص دارالضرب (ٹکسال) میں ملازم ہو اور تمام دن روپیہ اور نوٹ بناتا اور چھاپتا ہو مگر شام کو تلاشی لیکر باہر نکال دیا جاتا ہے، جو تنخواہ ہے بس وہ کارآمد ہے اور سب بیکار، ایسے ہی یہاں سمجھ لو کہ نری تحقیقات اور زبانی جمع خرچ میں ملتا کیا ہے۔

**فرمایا**: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ: ’’جس کسی کے پاس ایک دن کا گھر میں کھانے کو ہو اور وہ تندرست ہو اور کسی دشمن کا خوف نہ ہو تو گویا اس کو ساری دنیا مل گئی، اس حسی رزق کا معاملہ بڑا نازک ہے جس کو جس قدر حق تعالی عطا فرمائیں اس کی قدر کرنا چاہئے، ہرگز ہرگز کفران نعمت (نعمت کی ناشکری و ناقدری) نہ کرنی چاہئے، باقی خواص کا معاملہ دوسرا ہے‘‘۔

فرمایا: علماء سلف پر خشیت غالب تھی ذرا بھی شبہ ہوتا تھا تو وہ فتوی نہیں دیتے تھے، آج کل خشیت کی کمی ہے، کمی کیا قریب قریب مفقود ہے اسلئے جیسا چاہو فتوی لے لو، الا ماشاء اللہ۔

واقعات الفتاویٰ

# فتاوی مظاہر علوم

مفتی بشیر احمد سہارنپوری
نائب مفتی دارالافتاء مظاہر علوم سہارنپور

## بڑھئی، پلمبر، پینٹر وغیرہ کو ملنے والے کمیشن کا حکم:

گھروں وغیرہ میں کام کرنے والے افراد مثلاً بڑھئی، پینٹر، پلمبر، معمار وغیرہ جو سامان دوکان سے خرید کر لاتے ہیں تو دوکان والے انھیں کمیشن دیتے ہیں جس کو وہ اپنا حق سمجھ کر خود رکھ لیتے ہیں، تو اس کمیشن کے لین دین کا حکم یہ ہے کہ اس کمیشن کا لین دین جائز ہے اور یہ حطِّ ثمن کی صورت ہے، البتہ یہ خریدار کا حق ہے یا مالک کا؟ اس درج ذیل تفصیل ہے:۔

(الف) اگر کام کرنے والے نے پورے کام کا ٹھیکہ لیا ہو، جس میں سامان بھی اسی کے ذمہ ہو تو ایسی صورت میں یہ کمیشن خریدار یعنی کام کرنے والے شخص کا حق ہوگا، کیونکہ اس صورت میں اس نے سامان اپنے لئے خریدا ہے، لہٰذا کمیشن بھی اسی کا حق ہوگا۔

(ب) اگر کام کرنے والے نے صرف عمل کی انجام دہی کا معاملہ کیا ہو اور سامان کی فراہمی مالک کے ذمہ ہو لیکن مالک نے سامان کی خریداری کے لئے اسی کو وکیل بنا دیا ہو تو اس صورت میں جو کمیشن ملے گا وہ مالک کا حق ہوگا، کیونکہ اس صورت میں اس کی حیثیت مالک کے وکیل کی ہوگی، اور وکیل کو حاصل شدہ رعایت مؤکل کا حق ہوتی ہے، البتہ اگر یہ کام کرنے والا چاہے تو سامان خرید کرانے کی اجرت مؤکل سے الگ سے طے کر کے لے سکتا ہے۔

واتفق الفقهاء على أنّ حكم العقد التي يتم بواسطة وكيل يقع للمؤكل نفسه لا للوكيل ........... تثبت الملكية للمؤكل مباشرةً بمجرد تمام العقد أى من إبتداء الأمر دون حاجة لثبوتها للوكيل أولاً ثم انتقالها عنه لمؤكله، وهٰذا في المذاهب الأربعة لأن الوكيل يعمل في الحقيقة لمؤكله لأمره (موسوعة الفقه الإسلامي والقضايا المعاصرة ۴/۷۸۸)

## ڈاکٹروں کو لیب، میڈیکل اسٹور اور ہسپتال سے ملنے والے کمیشن کا حکم

ڈاکٹر اگر مریض کو جانچ کے لئے لیب بھیجے تو لیب کے مالک سے اس کو کمیشن ملتا ہے، اسی طرح جس میڈیکل اسٹور سے وہ دوائیں لینا تجویز کرے وہ بھی اس کو کچھ کمیشن دیتے ہیں، نیز اگر وہ مریض کو کسی ہسپتال منتقل کرے تو ان کی جانب سے بھی ڈاکٹر کو کچھ کمیشن دیا جاتا ہے۔

اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ ان سب صورتوں میں ڈاکٹر کے لئے کمیشن لینا جائز نہیں ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ ان صورتوں میں ڈاکٹر کی حیثیت دلّال (عاقدین میں واسطہ بننے والا) کی ہے، اور دلال کے لئے اجرت کے جواز کی شرط یہ ہے کہ اس کی جانب سے کوئی معتد بہ عمل پایا جائے، مثلاً وہ مریض کو اپنے کسی ملازم کے ساتھ مذکورہ مقام تک بھیجے، چونکہ مذکورہ صورتوں میں یہ شرط متحقق نہیں ہوتی اس لئے ڈاکٹروں کے لئے یہ کمیشن وصول کرنا جائز نہیں ہے۔

**وکذلک قال: ھٰذا القول لشخص معین فدلّہ علیہ بالقول بدون عمل فلیس لہ أجرہ لأن الدلالة والإشارة لیستا مما یؤخذ علیہ أجر ، أما اذا ذھب عنہ لیدلّہ علیہ فلہ أجر المثل لأنَ الذھاب عمل وتؤخذ الأجرة في مقابلہ** (دررالحکام شرح مجلة الأحکام ۱/۴۲۶)

## ڈاکٹرں کو دواساز کمپنیوں کی طرف سے ملنے والے تحائف وغیرہ کا حکم

آج کل دواساز کمپنیاں ڈاکٹروں کو بیش قیمت تحائف (نقد رقم، یا اشیاء) پیش کرتی ہیں یا ان کو سفری ٹور کی پیش کش کرتی ہیں، یا موقع بموقع بڑے ہوٹلز میں ان کے لئے پرتکلف دعوتوں کا اہتمام کرتی ہیں، اور بسا اوقات ڈاکٹروں کی جانب سے اس کا کوئی مطالبہ بھی نہیں ہوتا۔

اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ ڈاکٹروں کو دواساز کمپنیوں کی جانب سے تحائف وغیرہ پیش کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحبان ان کمپنیوں کی تیار کردہ دوائیں تجویز کریں تو ڈاکٹروں کے لئے اس کو قبول کرنا جائز نہیں ہے، خواہ ان کی جانب سے اِس کا کوئی مطالبہ بھی نہ ہو، اس لئے کہ یہ رشوت ہے، البتہ اگر کمپنیاں کسی قومی یا ملکی تہوار کی مناسبت سے کوئی تحفہ یا ہدیہ پیش کریں، یا ایسا ہدیہ پیش کریں کہ جس کا مقصد اپنی تشہیر ہو، نہ کہ اپنی تیار کردہ دوائیں تجویز کرنا، مثلاً قلم، کاپی، کلنڈر وغیرہ، تو ان کے قبول کرنے کی گنجائش ہے۔

**والحاصل أن حد الرشوة ھو مایؤخذ عما وجب علی الشخص سواء کان واجباً علی العین أو علی الکفایة وسواء کان واجباً حقا للشرع کما في القاضي وامثالہ ...... أو کان**

و اجباً عقداً كمن آجر نفسه لإقامة أمر من الأمور المتعلقة بالمسلمين فيما لهم أو عليهم

(إعلاء السنن ۱۵؍۱۶۰)

## قسطوں پر خرید و فروخت کا حکم

آج کل قسطوں پر اشیاء کی خرید و فروخت کا کثرت سے رواج ہے، جس میں نقد خرید و فروخت کی بنسبت زائد قیمت پر خرید و فروخت ہوتی ہے، ازروئے شرع نقد کی بنسبت زائد قیمت میں قسطوں پر کوئی شئے خریدنا شرعاً جائز ہے، بشرطیکہ قسطوں کی تعداد، رقم کی مقدار، ادائیگی کا وقت اور کل قیمت طے ہوجائے اور خریدار کو ظنِّ غالب بھی ہو کہ وہ بروقت تمام اقساط ادا کرے گا۔

یہ قسطوں پر خرید و فروخت، ادھار خرید و فروخت ہے اور ادھار خرید و فروخت میں نقد کی بنسبت زائد قیمت پر معاملہ کرنا جائز ہے، ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے۔

وجہ جواز یہ ہے کہ اس زائد قیمت پر سود کی تعریف صادق نہیں آتی، سود کا تحقق یا تو قرض میں ہوتا ہے یا اموال ربویہ کے تبادلہ میں، اور یہاں ان دونوں میں سے کوئی بھی معاملہ نہیں، لہٰذا یہ زائد قیمت بھی نقد خرید و فروخت کی صورت میں لئے جانے والے نفع کی طرح سامان کا عوض شمار ہو کر جائز ہوگی، البتہ اگر کسی قسط کی ادائیگی میں تاخیر کے سبب بوقت عقد طے شدہ مجموعی قیمت میں اضافہ کیا جائے تو وہ اضافہ سود میں داخل ہے، کہ اس صورت میں یہ اضافہ سامان کے بجائے ادھار رقم کی جانب منسوب ہوگا، اور ادھار رقم پر اضافہ سود ہے، اسی لئے اوپر یہ شرط ذکر کی گئی کہ خریدار کو یہ ظنِّ غالب ہو کہ کسی قسط میں تاخیر کی نوبت نہیں آئے گی۔

مگر اس پر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ جب اس معاملہ میں فی الجملہ سود کا پہلو موجود ہے اور ایسا طے بھی ہوتا ہے کہ قسط میں تاخیر کے سبب اصل قیمت میں اضافہ کیا جائے گا، تو پھر اس کی وجہ سے قسطوں پر بیع جائز نہیں ہونی چاہئے؟ لیکن چونکہ آج کل یہ صورت بہت سے معاملات میں پائی جاتی ہے، مثلاً گھروں مین بجلی کی یہی نوعیت ہے کہ وقت پر بل ادا نہ کرنے کی صورت میں کچھ اضافی رقم ادا کرنی پڑتی ہے اس لئے دفعاً للحرج اس شرط کے ساتھ معاملہ کی گنجائش ہے تاہم وقت مقررہ پر قیمت کی ادائیگی لازم ہے، تاکہ حقیقۃً سود کے لین دین کے ارتکاب سے حفاظت رہے۔

وكمايجوز ضرب الأجل لأداء الثمن دفعةً واحدةً، كذالك يجوز أن يكون أداء الثمن بأقساط، بشرط أن تكون آجال الأقساط ومبالغها معينة عند العقد، وقد يسمى "البيع بالتقسيط" وهو نوع من البيع المؤجل ..... وإن زيادة الثمن من أجل الأجل وإن كان جائزاً عند بداية العقد، ولكن لايجوز عند التخلف فى الأداء، فانه رباً فى معنىً اتقضى ام تربى؟ وذلك لان الأجل وإن كان منظوراً عند تعيين الثمن فى بداية العقد، ولكن لما تعين الثمن فأن كله مقابل للمبيع، وليس مقابلا للأجل، ولذالك لايجوز "ضع وتعجل" كماسيأتى تفصيله ان شاء الله تعالىٰ أما إذا زيد فى الثمن عند التخلف فى الأداء فهو مقابل للاجل مباشرة لاغير وهو الربا (فقه البیوع ۱/۵۳۹-۵۴۵)

**ماهنامه مظاهر علوم سهارنپور**؛ تبلیغِ دین، اشاعتِ اسلام اور اصلاحِ معاشرہ کی ایک عظیم تحریک ہے، لہٰذا خود بھی اس کے ممبر بنیں اور دوسروں کو بھی ممبر بنا کر اس تحریک سے جوڑیں۔

**طابع، ناشر، مدیر (مولانا) محمد عاقل (صاحب) ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے سبھاش پرنٹنگ پریس نواب گنج چوک سہارنپور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور سے شائع کیا**

## ضروری اعلان

خریدار حضرات کے پتوں کی سلپ پر مدت خریداری کی اطلاع درج ہے اگر مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہو تو زرتعاون/ 300 روپئے سالانہ کے حساب سے ارسال فرمائیں۔ (ادارہ)

## آپ بیتی سے اقتباس

# حضرت سہارنپوریؒ کا تنخواہ لینے سے انکار

انتخاب وترتیب: عبداللہ خالد قاسمی خیر آبادی

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نوراللہ مرقدہ نے فرمایا کہ: حضرت اقدس سیّدی مولانا خلیل احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ جب یک سالہ قیام حجاز کے بعد آخر ۳۴ھ میں مظاہر علوم میں واپس تشریف لائے تو میرے والد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا شروع ذیقعدہ میں انتقال ہو چکا تھا، حضرت نے مدرسہ سے تنخواہ لینے سے یہ تحریر فرما کر انکار کر دیا تھا کہ میں اپنے ضعف و پیری کی وجہ سے کئی سال سے مدرسہ کا کام پورا نہیں کر سکتا، لیکن اب تک مولانا محمد یحییٰ صاحب میری نیابت میں دورہ کے اسباق پڑھاتے تھے اور تنخواہ نہیں لیتے تھے، وہ میرا ہی کام سمجھ کر کرتے تھے اور میں مدرسہ کی تعلیم کا پورا کام نہیں کر سکتا، اسلئے قبولِ تنخواہ سے معذور ہوں، اس پر حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحب نوراللہ مرقدہٗ سے بڑی طویل تحریرات ہوئیں، حضرت رائے پوری نے لکھا کہ آپ کے وجود کی مدرسہ کو سخت ضرورت ہے، آپ کے وجود سے مدرسہ کا سارا نظام باحسن وجوہ قائم ہے، اسلئے آپ کو مدرسہ اب تعلیم کی تنخواہ نہیں دے گا بلکہ ناظم مدرسہ کی تنخواہ دے گا، حضرت کے مدرسہ میں تشریف نہ رکھنے سے مدرسہ کا سخت نقصان ہے، حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہٗ نے حضرت رائے پوری کی بڑی تائید فرمائی۔ اس پر حضرت سہارن پوری نے تنخواہ لینی قبول فرمائی۔

اس سے قبل کا قصّہ تو بہت ہی مشہور ہے کہ حضرت سہارنپوری کی تنخواہ چالیس تھی اور عرصہ تک یہی رہی، اور جب بھی ممبران مدرسہ کی طرف سے حضرت کی ترقی کا مسئلہ پیش ہوتا تو حضرت ارشاد فرماتے کہ میری حیثیت سے یہ بھی زائد ہے، مگر جب ماتحت مدرسین کی تنخواہ چالیس تک پہنچ گئی تو ممبران نے اصرار کیا کہ آپ کی وجہ سے نیچے کے مدرسین کی تنخواہ رک جائے گی کہ صدر مدرس سے دوسروں کی تنخواہ بڑھ جائے، اس پر حضرت نے اضافہ قبول فرمایا۔ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے متعلق بھی اس نوع کا قصّہ معروف ہے کہ حضرت نے پچاس سے زیادہ کے اضافہ کو قبول نہیں فرمایا۔ لیکن عرصہ کے بعد اسی اشکال کی وجہ سے حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے اضافہ قبول فرمالیا۔

R.N.I. REGD. NO. 62469/95U.M.

URDU MONTHLY MAGAZINE

# MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR



**MADRASA MAZAHIR ULOOM**

SAHARANPUR 247001(U.P.)INDIA

PH:0132-2655542

E-Mail: jamiamazahir@gmail.com